فاتح سندھ

(عظیم ہیرو محمد بن قاسمؒ)

تالیف:
محمد عبدالغنی حسن

ترجمہ:
مولانا عبداللہ دانش
خطیب مسجد البدر۔ نیویارک

الحکمۃ لائبریری
کتاب نمبر
AL-HIKMAH LIBRARY
www.KitaboSunnat.com

فاتحِ سندھ

نام تصنیف: .... فاتحِ سِندھ

تالیف: .... محمد عبدالغنی حسن

ترجمہ: .... مولانا عبداللہ دانش

اشاعت بار اوّل: .... ستمبر 2004ء

تعداد اشاعت: .... دو ہزار

ناشر: .... عبدالقیوم ملک نگران مدرسہ

تزئین: .... قرطاس آرٹ پبلشرز

طابع: .... دارالسلام لاہور

اشاعت فنڈ: .... حسب استطاعت

تبلیغی اشاعت نمبر: 87

فاتحِ سندھ

کا عظیم ہیرو (محمد بن قاسم رحمہ اللہ)

تالیف: محمد عبدالغنی حسن

ترجمہ: مولانا عبداللہ دانش

خطیب مسجد البدر نیو یارک

عبدالقیوم ملک ______ نگران مدرسہ

مدرسہ تجوید القرآن رحمانیہ (رجسٹرڈ)

پونچھ روڈ اسلامیہ پارک لاہور۔ 54500 فون نمبر: 7599802

فہرست

احساسِ مترجم

قبل ازیں محمد بن قاسمؒ کا مختصر مضمون' ہائی اسکول کی کتابوں میں دیکھا تھا۔ تفصیلی حالات کا علم یہ کتاب ''بطل السند'' سندھی ہیرو' پڑھنے کے بعد حاصل ہوا۔ بعدازیں ایک ہی دن رات میں جناب نسیم حجازی کی کتاب ''محمد بن قاسم'' مطالعہ کر ڈالی۔ یقین مانئے ابن قاسم کی سوانح پڑھ کر' اپنی زندگی پر افسوس ہوتا ہے کہ عمر کس بے مقصدی میں گزر گئی؟ بہرکیف اس کتاب کے مطالعہ کے بعد' بے ساختہ چند اشکوں کا نذرانہ عقیدت' ابن قاسم کی بارگاہ میں پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ رہ رہ کے خیال آ رہا ہے کہ کاش! میرے ہاتھ میں قلم کے بجائے شمشیر ہوتی' اور میں محمد بن قاسم کے لشکر کا ادنیٰ سپاہی ہوتا۔

میری دردمندانہ درخواست ہے' ہر مسلمان ماں سے کہ ایسی کتابوں کا

مطالعہ کرتے رہنا چاہئے۔ بقول شاعر ؎

ہر آنکس کہ شہنامہ خوانی کند
اگر زن بود پہلوانی کند

عظیم جہادی کارنامے پڑھنے سے' ایمان تازہ رہتا ہے۔ جسم میں جذبہ جہاد لہر بن کے اٹھتا ہے۔ اس جذبے سے تقدیر امم سنورتی ہے۔ بچوں کے کانوں میں' بچپن ہی سے' یہ ولولہ انگیز داستانیں ڈالتے رہنا چاہئے تاکہ اٹھتی جوانیاں' مجاہدینِ اسلام کے سانچے میں ڈھلتی رہیں۔

نہایت خوش نصیب ہیں وہ والدین' جو اپنے جگر گوشوں کو' اپنی گود میں پال کر اس دور کے ابن قاسم بنا کے' اسلام کی سربلندی کیلئے وقف کرتے ہیں۔ ان والدین سے زیادہ سعادت مند وہ ہیں جن کے جوان بیٹے شہادت عظمیٰ کے مرتبے پا رہے ہیں۔ روزِ محشر ان کے والدین شہیدوں کے ماں باپ بن کر اٹھیں گے۔

آخر میں، میں الاستاذ خلیل احمد حامدی رحمۃ اللہ علیہ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے عظیم سپہ سالار اسلام محمد بن قاسم پر لکھی ہوئی عربی کتاب ''بطل السند'' کا اردو ترجمہ کرنے کا حکم فرمایا اور جا بجا شفقت آمیز رہنمائی سے میری حوصلہ افزائی کی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ میرے محسن و مربی کی خدمات اسلام کو اعلیٰ شرف قبولیت بخشے' آمین!

☆☆☆

سندھی ہیرو

دلیروں کا مسکن

یہ ایک تاریخی داستان ہے کسی خیالی بہادر شخصیت کا افسانہ نہیں۔ نہ کوئی ایسی صورت کہ جسے وہم وگمان نے جنم دیا ہو۔ نہ ہی بے حقیقت ناموں میں سے کوئی نام' نہ ردائے برہ میں چھپنے والوں کی مہارت' جو دلوں کو لے اڑے اور کانوں کو مسحور کرے۔

بے شک وہ بہادر' حقیقی معنوں میں بہادر ہے۔ یقیناً اس شخصیت نے عالم واقعی میں زندگی بسر کی' نہ کہ عالم تصورات میں۔ وہ عربی النسل نوجوان قبیلہ مضر کے آباء واجداد سے نسبت رکھتا ہے۔ جس طرح سب اجسامِ انسانی گوشت اور خون سے مرکب ہیں اسی طرح اس کے جسم کو بھی اللہ تعالیٰ نے تخلیق کیا ہے۔ لیکن اس کے پہلو میں ایسا دل ودیعت

کیا ہے جو طمع و لالچ سے کوسوں دور ہے۔ حتی کہ یہ زمین اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود اس کی امیدوں کے مقابلے میں لازماً تنگ دامنی کا ثبوت دے گی۔ دنیا اپنے باسیوں کی کثرت کے باوجود اس کی ضرورتوں کو پورا کرنے سے عاجز آ جائے گی۔

تعجب نہیں، کہ اس کہانی کے ہیرو کو اسی ڈھنگ پر تیار کیا گیا ہو اسی سانچے میں ڈھالا گیا ہو۔ بلکہ بہت حیرت اس وقت ہو گی جب اسے اس کے ڈیزائن سے جدا کیا جائے۔ یہ ظلم کی بات ہوتی ہے کہ آدمی اپنے آباء واجداد سے مشابہت نہ رکھے اپنے اجداد سے مشابہت رکھنا تو ظلم نہیں ہے۔

اس شریف النفس، صاحبِ مجد نوجوان کے خاندان نے اسلام کی بدولت شرافت ونجابت پائی۔ یہ بلند چوٹی والے (اونچی ناک والے) سفید چہروں والے، اعلیٰ حسب ونسب والے دورِ جاہلیت میں بھی سردار تھے۔ جہاں ایک خدا کے علاوہ بتوں کو خدا بنایا جاتا تھا۔ جب اسلام

اپنی شان وشوکت سے آیا تو قیادت کا تاج انہیں کو پہنایا گیا۔ قدیم عربیت کا ہار انہی کے زیبِ گلو ہوا۔ ان میں سے ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی جو خطہ ہائے ارضی پر شہروں کے شہر فتح کرتی چلی گئی۔ شرک کے قلعوں کو ایک ایک کر کے مسمار کرتی گئی۔ دور دراز کی زمین' انہیں مختلف علاقوں میں پھیل جانے کے مواقع خود فراہم کرتی رہتی یہ لوگ کلمتہ اللہ کی سربلندی کیلئے نکلے' نہ طویل مسافتوں کے شکوے نہ تنگ دستی کے گلے۔

بے شک وہ لوگ (بنو ثقیف) طائف میں تھے۔ طائف مکہ کے علاقوں میں سے ایک شہر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سرزمین کو ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھے۔ اس کی فضاؤں کو ٹھنڈک بخشتا رہے' اس کے باغوں میں رنگارنگ پودے اگاتا رہے۔ اس کے پھلوں کو ایک ہی نوع کا پانی ملتا رہے۔

یہ طائف: باغ' باغیچوں' چمڑوں (کھالوں) کی رنگائی کے باعث

مشہور ہوا۔ صاحبِ ''صفتہ جزیرۃ العرب'' ہمدانی ذکر کرتا ہے۔ طائف کی خوبیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے جوانوں کے بدن پر چمڑے مضبوط کھالوں سے ہم آہنگ ہیں۔ جو وہ خود تیار کرتے ہیں۔ ان نوخیز جوانوں میں مضبوط جلد والے' مشکلات میں صابر اور معرکوں میں ثابت قدم ہیں۔ اپنے ہاتھوں سے تیار کئے ہوئے چمڑوں کی مضبوطی' انہی جفاکشی کا سبق یاد دلائے رکھتی ہے۔

طائف نے پورے وسیع جزیرہ میں شہرت یوں پائی' جیسے ہندی تلواروں نے لڑائیوں میں شہرت پائی۔ خطی [1] نیزوں نے' مقابلوں میں نام پیدا کیا۔ طائف میں غالب اکثریت بنوثقیف کے باشندوں کی تھی۔ عہد قدیم سے سیادت و قیادت' جاہ و حشمت انہیں کے حصے میں تھی۔ زمانۂ جاہلیت میں انہیں مردانِ کارکو نسب میں عزت' حسب

....

[1]۔ بحرین کی بندرگاہ کا نام جہاں اعلیٰ نیزے فروخت ہوتے تھے۔

میں بلندی، پیدائشی عظمت نصیب تھی۔

کیا عروہ بن مسعود ثقفی ان میں سے نہ تھا؟ جسے قریش نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی اور جھگڑے کے وقت گفتگو کیلئے آپؐ کے پاس بھیجا تھا۔ کیا انہوں نے یہ تمنا نہ کی تھی کہ "یہ قرآن دونوں شہروں (مکہ طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ ہوا؟

کیا معتب بن مالک ثقفی ان میں سے نہیں؟ جسے رسول اللہ علیہ وسلم نے اس کی قوم کی طرف داعی اسلام بنا کے بھیجا تھا۔ وہ انہیں اس نئے دین کی بشارت دیتا جو حق و باطل میں تمیز کرتا ہے۔ تاریکیوں او رروشنیوں کے درمیان نشاناتِ راہ کی وضاحت کرتا ہے۔

کیا غیلان بن سلمہ ان میں سے نہیں؟ جسے اپنی قوم میں سرداری کے اختیارات حاصل تھے۔ فیصلوں کی کنجیاں اس کے پاس تھیں۔ امر و نہی کے احکام یہ دیتا تھا۔

جن دنوں عرب کے وفود ایرانی شہنشاہوں کے پاس جاتے تھے

غیلان بھی کسریٰ ایران کے پاس پہنچا تھا۔ یہ لوگ اپنے آباءواجداد پر فخر جتاتے' موروثی عزت کا تذکرہ کرتے' کسی خوف کی پروانہ کرتے' کسریٰ کے آگے تیغ بردار' سر پر تاج سجائے حاضر ہوتے۔ یہ لوگ عرب کے علاوہ باقی سب دنیا کو کم تر سمجھتے' لغت عرب کے علاوہ سب کی بولیوں کو ناقص خیال کرتے' عرب کے علاوہ کسی کو شریف وفیاض نہ مانتے تھے۔

ہمارے ہیرو کا باپ' قاسم بن محمد کیا ان میں سے نہیں؟ جو کہ حجاج بن یوسف کی طرف سے بصرہ کا حاکم تھا۔ اس نے بہترین نظامِ حکومت چلایا' امورِ مملکت کو منظم کیا' جس مہم نے بھی پکارا' اس پر لبیک کہا۔

کیا حجاج بن یوسف ثقفی ان میں سے نہیں؟ اس کا باپ ہمارے ہیرو کا عم زاد (چچیرا) ہے۔ تاریخِ اسلامی میں اس کا نام ممتاز ہے۔ اسلامی مملکت کے علاقوں کو وسعت دینے' فتوحات میں جوہرِ شجاعت دکھانے' سرحدوں پر غالب آنے میں مشہور ہے۔ اس کے علی الرغم کہ

اس کا کردار داغدار ہے۔ انتہا درجے کی خون ریزی' لوگوں کو گرفتار کرنے سے' بے گناہوں کو پکڑنے سے۔ بالآخر بنوامیہ اور اسکے خلاف تمام بغاوتیں ناکام ہوئیں۔ انتشار کی آگ بجھ گئی' سازشی آندھیاں تھم گئیں جنہوں نے مضبوط عربی حکومت میں شگاف ڈالے ہوئے تھے اور اقتدار ڈانواں ڈول تھا۔

ہمارے ہیرو محمد بن قاسم بھی اپنے آبائی طور طریقوں سے باہر نہ تھے۔ وہ تو ایسی قوم میں سے تھے جو بستر پر مرنے کو عار محسوس کرتے تھے۔ کم عمری کو قیادت کیلئے مانع نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ اس کیلئے عمر کا حساب نہ لگاتے تھے۔ بڑی عمر ہونے کا انحصار ختم ہوا عمر کی مسافتیں کم ہو گئیں' بڑی بڑی مہمات سے ٹکرا گئے جن کی کوئی انتہا نظر نہ آتی تھی۔

کیا حجاج نے پچیس برس کی عمر میں قیادت نہ سنبھالی تھی؟ پھر تینتیس سال کی عمر میں حجاز ان کی حکومت میں شامل ہوا۔ پینتیسویں سال میں عراق بھی ان کے زیر نگیں تھا۔

شروع میں وہ طائف کے بچوں کا معلم تھا۔ اگلے قدم پر ہم اسے عبدالملک بن مروان کی سپاہ میں دیکھتے ہیں۔ حکومت اس نتیجہ پر پہنچتی ہے کہ یہ زیرک شخص' لڑائی سے گھبرانے والوں پر آزمودہ کار ہے۔ پھر وہ اموی خلیفہ کا مقرب رئیس ٹھہرا جس نے آدمیوں کے چناؤ میں اسے اختیار دے دیا۔

نہیں' بلکہ ہمارا ہیرو محمد بن قاسم' اپنے والد کے چچیرے سے کم عمری میں قیادت پر فائق و فائز ہوا۔ مزید یہ کہ تمام ثقفی جوانوں پر برتری حاصل کی۔ ہزاروں مسلمان راہنماؤں پر فوقیت لے گیا۔ اکثریت پر سبقت لے گیا۔ مشرق سے لے کر مغرب تک' ساری دنیا میں دور دور تک قدیم و جدید زمانوں میں عرب و عجم میں ایسا کوئی نظر ہی نہیں آتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے سندھ کو مسلمانوں کیلئے اس کے ہاتھوں فتح دلوائی تو اس وقت اس کی عمر سترہ برس سے زیادہ نہ تھی بلکہ چند ماہ کم ہی تھے۔

کہتے ہیں کہ حجاج بن یوسف ثقفی کی ذہانت کا مقابلہ بڑے بڑے

ذہین لوگ نہ کر سکتے تھے' جب کبھی خردمندوں کا موازنہ کیا جاتا تو وہ فکر و تدبر میں وزنی ثابت ہوتا تھا۔ لیکن محمد بن قاسم................ ہند اور سندھ کا ہیرو ہے۔ ممکن نہیں کہ عالمی رہنما اس کی عظمت کو پہنچ سکیں یا اس کے گھوڑے کی غبارِ راہ کو پاسکیں۔ یہ اس وقت معیار ہوگا' جب لوگوں کے لئے میزانِ عدل قائم ہو' کسی خاص عقیدے کے اعتبار سے اسے گھٹایا نہ جائے' یا تعصب آمیز جھکاؤ نہ ہو۔

اے اللہ! ہمیں تعصب سے بچا' خاص کر جب انصاف کی امید ہو' جب عدل کا تقاضا ہو اور سچائی کا کلمہ منتظر ہو۔ ابن قاسم کا اہل و عیال' اس کی قوم اور قبیلہ' اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کا نکتہ چین تھا۔ یہ درحقیقت ناکردہ گناہوں کا الزام اور تاریخ کا انکار ہے۔ مشہور و معروف نشاناتِ راہ کو مٹانے کے مترادف ہے۔ یہ تو خواہ مخواہ غیض و غضب کو دعوت دینے والی بات ہے کہ آدمی اپنی نفسانی خواہش کی رو میں بہہ جائے اسے درست رائے کی شاہراہ سے دور پھینک دے۔

تاریخ اور موءرخین نے ذکر کیا ہے کہ عبدالملک بن مروان' حجاج بن یوسف سے ایک روز ناراض ہو گیا۔ کیونکہ اس نے انسؓ بن مالک' خادم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین کی تھی۔ اور ناراضی کی مدت دراز ہوئی حتی کہ اس نے عبدالملک کا زمانہ پایا۔ اس نے حجاج کی طرف سخت تہدیدی خط لکھا۔ اس کی بعض فروگزاشتوں پر کہتا ہے۔ ''کیا تو طائف میں اپنے آباء کی کمائیاں بھول گیا ہے؟ جب وہ کنویں کھودتے اور پن گھٹوں میں اپنی کمر پر پتھر ڈھوتے تھے''؟ شاید ایسا غضبناک کلام مبنی برحق نہ ہو۔ یقیناً حجاج کے آباء اور ہمارے ہیرو محمد بن قاسم کے اجداد' جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ بنو ثقیف کے چوٹی کے لوگوں میں سے تھے۔

طائف کی سرداری انہی کے سر تھی' کسریٰ ایران کے ہاں دورِ جاہلیت میں ان کی سفارت چلتی تھی۔ ابتدائی دور میں' اسلام کی دعوت انہی میں پھیلی تھی۔ جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کمزوری اور بے بضاعتی

کا شکوہ اللہ تعالیٰ سے کیا تھا۔آپ ﷺ پر پتھر برسائے تھے اور آوازے کسے تھے۔حتیٰ کہ لوگ جمع ہو گئے تھے۔شہر طائف کی دیوار کے سائے میں بیٹھے کچھ اطمینان ہوا خداوندِ کریم کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے:

''اے اللہ! میں اپنی کمزوری اور کم مائیگی کا گلہ'لوگوں کے مجھ پر ہجوم کا شکوہ' تجھ سے کرتا ہوں۔اے اللہ! تو ارحم الراحمین ہے۔تو کمزوروں کا رب ہے' تو میرا رب ہے' مجھے کس کے سپرد کر دیا ہے؟ مجھے وطن سے دور کس سختی کا سامنا ہے؟ کیا میرے دشمن کو میرے معاملے کا مالک بنا دیا ہے؟ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو پھر مجھے کسی چیز کی پروا نہیں ہے۔تری عافیت بہت زیادہ وسیع ہے''؟

یہ عبدالملک بن مروان جو حجاج کی' اس کے عمزاد محمد بن قاسم کی' قومی قیادت کا انکار کرتا ہے۔مگر دوسری طرف دیکھئے اہل مکہ بذاتِ خود حجاج کے صاحبِ شرف اور عظیم نسل ہونے کے گواہ ہیں۔انعامات و عطایا

میں جو کمی رہ گئی تھی' اس پر حجاج نے اہل مکہ سے معذرت کی تھی۔ کسی کہنے والے نے کہا: ہم خدارا تجھے معذور سمجھتے ہیں تو عراقیوں کا امیر ہے' دو بڑے شہروں میں سے ایک کا فرزند ہے۔

اب حجاج اور ہمارے مابین کونسی نسبت باقی ہے؟ ہم تو اپنے ہیرو محمد بن قاسم کے ساتھ یہاں آئے ہیں شرافت کا مجسمہ' ایک عظیم سائبان' اس نے عرب اور اسلام کیلئے مضبوط آدمی فراہم کیے' تیز تر تلواریں مہیا کیں۔ ہمارے ہیرو محمد بن قاسم حجاج کے قرابتداروں میں سے تھے۔ اس کی صنعتوں کا شاہکار' اس کے ترکش کے تیروں میں سے ایک تیر' ہند کے دور دراز علاقوں پر وہی تیر برسا' سندھ کے مقاماتِ بعیدہ پر گرا' اور وہاں سے ایک بڑے اسلامی ملک کا بانی بن کر واپس لوٹا۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ یہاں ہمارے ہیرو محمد بن قاسم کے حوالے سے اس کے عم زاد حجاج کے ذکر سے گریز کا کوئی مقام نہیں۔ ہم سندھی ہیرو کو اس کے اصل کی طرف لوٹانے پر مجبور ہیں۔ ہم اسے اس کے آباء کی

طرف منسوب کرتے ہیں۔ جب ثقیف کا ذکر خیر ہوتا ہے۔ دل میں فوراً خیال آتا ہے، حجاج ثقفی کا نام محمد بن قاسم ثقفی کا نام، ان جیسے دسیوں ثقفی نام، دل کے دروازے پر دستک دیتے ہیں۔ ان میں نیک و بد، ان میں اچھے اور برے، انہی میں وہ شہید جو امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے ساتھ قتل ہوئے، جن کا اسم مبارک مغیرہؒ بن اخنس تھا۔ ان میں وہ شخص بھی ہے جس نے اپنی تلوار کو خون سے رنگین نہ کیا۔

مگر حجاج، وہ شخصیت ہے جسے ہم ایک سے زائد مرتبہ ملیں گے۔ یہی وہ حجاج ہے جس نے سندھ کا ہیرو اپنے ہاتھوں سے اپنی آنکھوں کے سامنے تیار کیا۔ یہ وہی ہے جس نے اسے عراقی لڑائیوں اور معرکوں میں کود جانے کو بھیجا بعد ازاں اسے سندھ کے علاقوں میں صنم توڑنے کیلئے عربی لشکر کا سالار بنا کے بھیجا، تاکہ وہاں پرچم اسلام سر بلند کرے۔

اپنی حکومت کو مستحکم کرنے، امت کے ارکان کو سہارا دینے کیلئے حجاج

کے عیوب اور خطائیں ضرور ہیں وہ جاہلاک انسانوں میں سے تھا۔ اس سے عفو وکرم کی امیدیں بے معنی تھیں۔ ... لیکن محمد بن قاسم سندھ اور ہند کا ہیرو ان لوگوں میں سے نہ تھا جو گندی سیاست میں ملوث ہوں یا سیاہ عیوب نے اس کا چہرہ بدنما کیا ہو۔ یقیناً وہ صاف ستھرا بہادر' متقی مجاہد' اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے دین کی اشاعت اور اپنے کلمے کی سربلندی کیلئے سونتا تھا۔

حجاج کی طرح ابن قاسم امویوں کا بانی نہ تھا۔ نہ حجاج کی طرح ولید بن عبدالملک کیلئے شخصی کام کیا۔ اس نے تو اللہ کیلئے اس کے دین کیلئے بنیاد ڈالی۔ اس کا نفس طمع اور لالچ کی خُو سے مبرا تھا۔ حکومت' سلطنت' امورِ ولایت میں شانِ بے نیازی تھی اللہ نے اس کے سر پر نصرت کا تاج سجایا تھا۔ ابھی وہ نوجوان' سن بلوغت کو پہنچا ہی تھا یا کچھ تجاوز کیا تھ' کہ اسے حسنِ کارکردگی کا صلہ ایسی گم نامی کی شکل میں ملا کہ جس سے بدترین جزا کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔ اسے معاصرین کی نفسانی

خواہشات اور کینہ توزی نے ہلاک کر ڈالا۔ طرح طرح کے خود ساختہ مکر وفریب کا نشانہ بنایا گیا۔ حسد کے مارے ہوئے انتقامی جذبوں کی انگیخت کا ہدف ٹھہرا۔

بادشاہِ سندھ کی بیٹی' شریف زادی نے' جس پر مسلمان فاتحین کی تلواریں بے نیام ہوئیں اس شہید ہیرو پر بہتان تراشی کی' وہ پاکباز' بے داغ کردار کا نوجوان' جو موت سے کھیلنے والا تھا' غالب اور فاتح تھا' کس سازش کا شکار ہوا؟ اس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آئے گی۔

☆☆☆

بچپن کی باتیں

شیخ محمد بن حکم' سندھی ہیرو کے دادا ایک رات اپنے گھر رحیبہ واقع طائف میں بیٹھے تھے۔ ۷۲ھ کی ایک رات تھی اور وہ تسبیح و ذکر اور تلاوتِ قرآن میں رات بسر کر رہے تھے۔ اللہ سے ایک بیٹا قاسم مانگ رہے تھے۔ یہ قاسم ہمارے ہیرو کے باپ' ابھی پردۂ غیب میں مستور تھے۔ شیخ ابن حکم کی بیوی کو جب دردزہ شروع ہوا تو وہ سخت مضطرب تھا۔ موصوفہ اگرچہ صحت مند تھی مگر ولادت کا دکھ برداشت سے باہر ہوا جا رہا تھا۔ شوہر اپنی بیوی پر نہایت مشفق تھا۔ دادا اپنے پوتے کی حیاتِ دراز کا مشتاق تھا۔ وہ اس کا نام ایسا معزز رکھنا چاہتا تھا جو پورے جزیرۃ العرب میں ممتاز ہو۔

محمد بن حکم خوش نصیب تھا۔ اس کے باپ حکم نے اس کا نام محمد رکھا تھا

اور جب اسے قاسم نامی لڑکے کی بشارت ملی، جیسے نبی ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کا نام القاسم تھا۔ رات ہی کو دل میں تمنا لئے ہوئے تھا کہ شکمِ مادر سے اگر اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطا کیا تو اس کا نام محمد رکھے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آرزومند کی تمنا ناکام نہ کی۔ گھر سے ایک کنیز دارالحکم میں قاسم اور محمد بن حکم کی طرف دوڑ کے آئی، باپ بیٹے کیلئے بشارت لے کر آئی اور کہا: تمہیں نیک بخت لڑکے محمد کی مبارک ہو! محمد بن حکم فوراً خدا کے سامنے سجدہ ریز ہو کر شکر کرنے لگا۔

محمد کی خوشخبری اس کی آنکھوں میں مسرت کے آنسو بن کے ڈھلک رہی تھی۔ اس کمرے کی طرف نگاہیں تھیں جہاں سے بچے کے چیخنے کی آواز سنی۔ اس کی پیشانی کو چوما اور پکار رہا تھا محمد! محمد!

یہ نوید طائف کے کونے کونے میں پہنچی، ثقیف کے گھر گھر یہ خبر سنائی دی۔ کہ قاسم بن محمد بن حکم کو ایک عمدہ لڑکا عطا ہوا ہے۔ اپنے دادا کے نام پر محمد نام پایا۔ سارا طائف خوشی سے بشارتیں لے کر امڈ آیا۔

اس شیر خوار نے عام ابنائے ثقیف کی طرح نشو ونما پائی۔ لیکن حجاج نے بڑے لوگوں اور عظیم بہادروں سے ہٹ کر ولادت و رضاعت میں نام پیدا کیا۔ کیا لوگوں نے ذکر نہیں کیا؟ کہ حجاج نے ولادت کے بعد اپنی ماں کا دودھ قبول نہ کیا۔ مگر جب انہوں نے پستان پر چھوٹے کالے رنگ کے بکرے کا خون مل دیا' نیز حجاج کے چہرے پر خون لگایا تو پھر دودھ پینا شروع کیا۔

کیا یہ بھی ذکر نہ ہوا کہ تاتاری راہنما تیمور لنگ جب پیدا ہوا تو وہ بھی خون سے لت پت تھا؟ اسی وجہ سے حجاج اور تیمور لنگ دونوں خوں ریز اور سفاک تھے۔

عجب اتفاق سے! تاریخ' سندھی ہیرو' محمد بن قاسم کے پاس سے نہایت خاموشی اور نرمی سے گزر گئی۔ اس کی پیدائش پر نہ کوئی کہانی گھڑی گئی اور نہ اس کی رضاعت پر عجیب وغریب افسانہ نگاری ہوئی۔ اسے عام بچوں کی طرح بچہ ہی رہنے دیا گیا۔ اس کی ولادت کے گرد

کوئی ہالہ نہ بنا' جیسے بڑے لوگوں کے لئے بنا لئے جاتے ہیں۔

چاہے اسے سوئے اتفاق کہہ لیجئے کہ بطلِ سندھ و ہند کی ولادت پر سکون' پرسکوت اور ہولے سے گزر گئی جیسے ان کے دونوں بزرگوں کی تاریخ خاموش ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور اسلام کو برصغیر ہند پر' اس کے ہاتھوں فتح نصیب کی۔ اس کی مختصر سی پیاری' معصوم زندگی اس دنیا میں جہاد فی سبیل اللہ اور کلمۃ اللہ کے غالب کرنے میں بیت گئی۔ افسوس کہ وہ دنیا سے گمنام رخصت ہوا۔ باندھ کر سزا دی گئی۔ حجاج کی قرابتداری کی وجہ سے سلیمان بن عبدالملک نے خوب سزائیں دیں۔ مورخین نے اس کے طویل تذکروں سے نہایت بخل سے کام لیا ہے۔ مورخ طبری نے تو بہت تقصیر کی۔ صاحبِ فتوح البلدان نے اس کا تذکرہ فتوحات میں کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح رزق و مال کے حصے قسمت میں بانٹ رکھے ہیں اسی طرح شہرت و ناموری کے حصے بھی تقسیم کر چھوڑے ہیں۔ اگر

محمد بن قاسم کی شہرت کا موازنہ عمرؓو بن عاص فاتح مصر' خالدؓ بن ولید فاتح شام' سعدؓ بن ابی وقاص فاتح فارس' اور طارق ؒ بن زیاد فاتح اندلس سے کیا جائے' تو ابن قاسم کا حصہ کسی طرح بھی ان سے کم نہیں ہے۔

بہادر مسلمان قتیبہ بن مسلم' محمد بن قاسم کا ہم عصر تھا۔ اس نے خراسان و ترکستان کی جنگوں میں نمایاں کارنامے انجام دیے۔ جیسے محمد بن قاسم نے سندھ و ہند میں کارہائے نمایاں کے جوہر دکھائے۔

لیکن دونوں کی شہرت و ناموری کے حصے جدا جدا ہیں۔ قتیبہ کو اکثریت جانتی ہے۔ اس کے بارے میں رسائل لکھے گئے' فصلیں تحریر ہوئیں' گفتگوئیں نشر ہوئیں مگر آہ! محمد بن قاسم کو بہت تھوڑے لوگوں نے جانا۔ اس کی مختلف' مختصر خبروں کو آج تک ایک جامع کتاب میں قلمبند نہ کیا گیا۔

حجاز کی تباہی کے بعد ۷۵ھ میں حجاج کی نگاہ' بطور حکمران عراق پر

تھی۔ اس نے امویوں سے اختیارات حاصل کر لیے تھے' ان کی وجہ سے اسے ناز تھا جو معاملات اس نے اپنی خواہش کے مطابق عراق میں انجام دیئے ان کی بدولت حاکموں کی مدد کرتا تھا۔ عبدالملک بن مروان سے احکام سننے کے بعد' ان کو معزول کرتا تھا۔ اب ہم القاسم' بطل سندھ کے والد کو دیکھتے ہیں۔ حجاج کے ابتدائی ایام حکومت میں' جو بصرہ کا حاکم تھا۔ محمد بن قاسم بچہ اس وجہ سے بصرہ منتقل ہوتا ہے' جہاں اس کا والد حاکم ہے۔ وہ طائف کی سرزمین اور اس کے باغوں کو یاد نہیں کرتا۔ مگر جو یادیں ابتدائی بچپن میں خیالوں میں محفوظ ہوئیں۔ انہیں زیادہ مدت نہ گزری تھی۔ دن گزرتے گئے اور عراق حادثات کیلئے آزاد ہوا۔ خوارج قتل کرتے اور قتل ہوتے رہے۔ شبیب بن یزید شیبانی ان کی بغاوتوں میں مددگار رہا۔ مہلب بن ابی صفرہ اَزارِقہ [1] کی

....

[1] خارجیوں کا ایک گروہ جو نافع بن ازرق کے ساتھی تھے' یہ لوگ مخالفین کو قتل کرنا' ان کی عورتوں کو قید کرنا' جائز سمجھتے تھے۔ اس کا واحد ازرقی ہے۔ (مترجم)

لڑائیوں میں معاون ہوا۔

ظنِ غالب ہے کہ ان مصائبِ زمانہ کی خبریں اس چھوٹے بچے کے کانوں سے ٹکرائی ہوں۔ جیسے روم وعرب کی جنگیں اس کے کانوں نے سن رکھی تھیں۔ جیسے رتبیل کی زیرِ قیادت ترکوں پر حملوں کی داستانیں سنی تھیں۔

جب حجاج نے شہرِ واسط کی بنیاد رکھی' اس وقت اس لڑکے کی عمر چند برس تھی۔ اس شہر کی بنا اس لئے رکھی کہ اہل بصرہ وکوفہ (عراقیوں کو) حجاج کی شخصیت ناگوار گزری۔ اس نو آباد شہر میں شامی فوج کی چھاؤنی بنانے کا ارادہ تھا۔ اس فوج پر اسے بہت اعتماد تھا۔ لڑائیوں میں زیادہ تر میلان انہی کی طرف رہتا تھا۔

نیا ابھرنے والا شہر' اپنے نئے باسیوں سے بھر گیا۔ اسی میں حجاج کا خاندان تھا۔ انہیں میں وہ بچہ محمد بن قاسم بھی تھا۔ جس نے بصرہ کے رنگا رنگ غیر عرب لوگ بھی دیکھتے تھے۔ جو ذاتی خرید وفروخت یا دیگر ضروریاتِ زندگی کے حصول کیلئے' اس کے بازاروں' منڈیوں کا رخ کرتے تھے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ بصرہ میں قیام کے دوران' یہ بچہ ایسی قوم سے ملا ہو' جن کا تعلق سندھ سے تھا جو شہر در شہر گھومتے تھے۔ ہو سکتا ہے ان سے ہند اور سندھ کے عجائبات کے بارے میں کہانیاں سنی ہوں۔ جن کی بدولت اسے دیکھنے کا شوق پیدا ہو۔ وہ اس دنیا کو اپنے خیالوں میں محسوس کرتا ہو۔ اس کے سمندروں اور ساحلوں سے دلچسپی پیدا ہوئی ہو۔ بہرحال' واسط شہر میں جب بچہ گیارہ برس کا ہوا' تو فتوحات کی خبریں اس کے کانوں میں پڑتیں' وہ سن کر خوشی محسوس کرتا۔ وہ یقیناً سنتا تھا کہ یزید بن مہلب نے قلعہ تیزک فتح کر لیا ہے۔ وہ باذغیس کے خوبصورت ترین قلعوں میں سے ایک تھا۔ تھوڑے عرصے بعد' اسی سال خود سنتا ہے' کہ عبداللہ بن عبدالملک نے رومی علاقوں پر چڑھائی کی اور مصیصہ کو فتح کر کے اس کا قلعہ بنا دیا۔

محمد بن قاسم نے جنگوں کی خبروں کو سننے کی حد تک اکتفا نہیں کیا' بلکہ عملاً ان میں شریک ہوا۔ بنفسِ نفیس بڑے بڑے معرکوں میں کود گیا

جبکہ عمر ابھی کم ہی تھی۔ یہاں ہم اسے ایک دستہ میں دیکھتے ہیں جسے حجاج نے اپنے دشمن عبدالرحمٰن بن اشعث کی سرکوبی کیلئے بھیجا تھا۔ دیر جماجم کے معرکے میں عبدالرحمٰن کے قتل کیلئے' جیشِ حجاج میں خود نکل کھڑا ہوا تھا۔

حیرت ہے کہ جن میدانوں میں محمد بن قاسم نے کروفر کے ہنر سیکھے تھے وہ میدان اعدائے مسلمین کے ساتھ نہ تھے مگر مسلمانوں کو باہمی شدید کشمکش نے بہت نقصان پہنچایا۔ شاید ابن قاسم نے خوارج کی بہادری' اور اپنی فکر پر مر مٹنے والوں کی عزیمت کو سن رکھا ہو۔ زندگی کا معاملہ اس کے اپنے دل میں اتنا آسان نہ تھا۔ ماضی قریب کے حوادث ابن فجاءۃ' شبیب' عمران بن حطان وغیرہ' یہ سب بڑے بڑے مراحل' اس کی نگاہ میں چھوٹے تھے' وہ گھمسان کے رن میں بے باکانہ کود جاتا تھا' نیزہ و تیر بڑی مہارت سے چلاتا تھا۔ وہ پیش قدمی و پسپائی کے رموز سے واقف تھا۔ اس کا ہر قدم ٹھیک بیٹھتا تھا۔ ہر بار حملہ آور

ہونے کے لئے اس کے پاس ایک درست میزان تھی۔

خیال ہے کہ محمد بن قاسم اپنی ابتدائی جنگی مشقوں سے خوش نہ تھا۔ وہ بھی دوسروں کی طرح ان شورشوں اور بغاوتوں کے ہاتھوں مجبور تھا۔ جنہوں نے عربوں کی باہمی کشمکش کو ختم نہ ہونے دیا۔ مسلمانوں کو ابن اشعث' یا محمد بن موسیٰ بن طلحہ' یا عبدربہ جیسوں کے قتل کا کیا فائدہ ہوا؟ ابن ورقاء جیسے دسیوں آدمیوں کو کیوں پناہ دی گئی؟ جنہوں نے عبدالملک بن مروان کے حکم پر مزاحمت کی تھی۔

عہد فاروقی میں مسلمانوں کی فتوحات' محمد بن قاسم کو اچھی طرح یاد تھیں۔ بلکہ اس کی یادداشت میں وہ معمولی خبریں بھی عود کر آئیں۔ جو بچپن میں حسان بن نعمان کی فتحِ افریقہ کے بارے میں سنی تھیں۔ بربر کی ملکہ کاہنہ کے ساتھ جو کچھ ہوا۔ اس کی بہت اہمیت تھی۔ اس ملکہ نے بربروں کو مسلمانوں پر حملہ آور کیا۔ پھر حسان بن نعمان کے ہاتھوں' اپنے وبال کا خوب مزہ چکھ لیا۔

ادھر ہند کے واقعات کو‘ وہ اپنی یادوں میں محفوظ کرتا رہا۔ تاجروں‘ سیاحوں کے ذریعے سحر انگیز زمین کی باتیں غور سے سنتا رہا۔ جہاں کی سرزمین بتوں سے پُر تھی۔ بودھ اور اس کے خدام‘ ان کے محافظ‘ ہر مقام پر پھیلے ہوئے تھے‘ بتوں پر سونا بہایا جاتا تھا۔ ایسے میں‘ عراقیوں کی باہمی جنگیں اس پر شاق گزریں۔

حدودِ مملکتِ اسلامیہ سے باہر‘ وسیع زمین میں عقل کے مارے ہوئے لوگوں پر‘ گمراہی کی تاریکیاں راج کر رہی تھیں۔ جیسے قبلِ اسلام جزیرۃ العرب‘ ضلالت میں غرق تھا۔ وہ لوگ غیر اللہ کی بندگی کرتے جو نہ انہیں نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ صدیوں کے کثیف اندھیروں نے انہیں ڈھانپ رکھا تھا۔ روشنی کے تمام راستوں پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ یہ وسیع و عریض علاقے‘ کیسے فارغ چھوڑے جا سکتے تھے؟ جہاں کسی چلنے والے کی خیر نہ تھی‘ کسی گم گشتہ کیلئے کوئی راہبر نہ تھا۔ کیوں نہ مسلمان ان اطرافِ عالم پر توجہ کرتے؟

سندھ میں مسلمانوں کا دور

جواں سال محمد بن قاسم' سندھ اور ہند کے بارے میں بچپن سے سنتا رہا تھا۔ پیدائش سے کچھ عرصہ بعد ہی ان دونوں کا خیال ستانے لگا۔ اس وقت تک سندھ مسلمانوں کے لئے اجنبی نہ رہا تھا۔ بلکہ حضرت عثمانؓ بن عفان کے دور خلافت میں انہیں جنگ کا واسطہ پڑا تھا۔ اور بصرہ میں عبداللہ بن عامر کے دورِ حکومت میں بھی یہ واسطہ پڑا تھا۔

ہاں! ہجرتِ نبوی ﷺ کے تیس سال بعد' عبداللہ بن عامر' بصرہ سے اپنے فوجی دستے' گردونواح میں بھیجا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد' بحر فارس اور بحر ہند پر دستے روانہ کرتے رہے سندھ کی سرحد پر ابن عامر کی نظر تھی' کہ وہاں تک سلطنتِ اسلامیہ کو وسعت دی جائے۔

ابن عامر نے اپنا ایک آدمی مقرر کیا' اور وہ عبداللہ بن سوار تھے'

جنہیں سرحدِ سندھ پر حاکم مقرر کیا۔ اس نے اپنے گھڑ سواروں کی معیت میں ان جنگوں کا رخ کیا۔ حتی کہ یزدگرد کو اپنے دور حکومت ۳۱ھ میں قتل کر ڈالا۔ یہ ان کا آخری بادشاہ تھا۔ جو موت کی نیند سلا دیا گیا تھا۔ عہد عثمانی میں ابن سوار کی حکومت تھی' ابن عامر کی جنگ کے بعد' سندھ کی خبریں' تاریخ اسلامی کے منظرِ عام سے اوجھل ہو گئیں۔

مسلمانوں کا دس سالہ دور صلح و امن کا دور گزرا۔ یہاں تک کہ ۴۴ھ کا سال آیا۔ اور حکم بن عمرو غفاری خراسان کا حاکم مقرر ہوا۔ اپنی طرف سے ایک بہادر جنگجو' سندھ کی سرحد پر جدید طریقِ جنگ کیلئے بھیجا۔ یہ جنگجو مہلب بن ابی صفرۃ وہ ہے جس نے معارکِ خوارج میں شہرت پائی تھی۔ ان معرکوں میں انتہائی جرأت و پامردی کا مظاہر کیا تھا حوادثِ سندھ دوسرے سالوں میں چھپ کے رہ گئے۔ بنوامیہ کے خلفاء تھوڑا بہت خراج وصول کرنے کیلئے اپنے عامل بھیجنے پر اکتفا کرتے رہے۔ اور یہ عامل شدید لالچی تھے اس امید پر اسے قبول کرتے

کہ سرحد کو راحت پہنچائیں گے۔ جیسے حجاج کے ابتدائی دورِ حکومت میں عراق کا حال تھا۔

۷۵ھ میں جس سال خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حجاج کو عراق کا حاکم بنایا۔ اور عبدالملک نے سرحدِ سندھ پر سعید بن اسلم بن زرعہ کو حاکم بنایا۔ یہ سعید ان لوگوں میں سے نہ تھا جس کی مضبوطی کو دیکھ کر ہیبت طاری ہو یا جس کے قہر سے خوف لاحق ہو۔ اس کے دو بھائی غضبناک ہو کر اس پر چڑھ دوڑے تھے جو کہ اولادِ حارث میں سے تھے۔ ان دونوں نے اس کی خوابگاہ کا سکون برباد کر دیا اور اس کے لئے دن کے اجالے میں راستہ روک لیا۔ انہوں نے اسے قتل کر کے ملک پر قبضہ کر لیا تھا۔

حجاج نے اسی سرحد کی طرف ایک جوشیلے متحرک آدمی کو جو کہ بنو تمیم سے تھا وہاں بھیجا۔ جس کا دل دھڑکتا تھا۔ جنگ میں جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ لئے ہوئے تھا۔ اس کا نام مجاعہ سعر تمیمی تھا۔ اس نے سرحد پر غلبہ

پایا۔ اس نے امورِ مملکت علی حالہٖ قائم رکھے جنگی مشکلات میں نرمی سے کام لیا۔ اس نے مزید جنگ لڑی اور سندھی علاقے میں قندابیل پر فتح پائی۔ موت بھی اس کی گھات میں تھی اسے زیادہ مہلت نہ ملی' اسی سال وفات پائی' بوقتِ موت وہ علاقہ مکران میں تھا۔

سندھ کے علاقوں میں نئی ابھرنے والی پردیسی' عربی اسلامی حکومت رفتہ رفتہ وسعت پذیر ہوتی گئی۔ مختلف محکمے قائم ہوتے گئے۔ تاکہ حکام کی نگرانی اور امورِ مملکت سرانجام دیے جاسکیں۔

وہاں ایک چھوٹا سا جزیرۃ بھی تھا۔ جس کا نام (یاقوت) سری لنکا تھا۔ سندھ کے بادشاہوں میں سے ایک اس پر حکمران تھا۔ اس جزیرے میں مسلمان خواتین تھیں۔ جنہوں نے اپنے آباء واجداد کی نسبت سے اسلام میں نشوونما پائی تھی۔ ان کے آباء وفات پاچکے تھے۔ یہ خواتین بغیر کسی نگران اور محافظ کے بے سہارا ہوگئیں۔ جزیرۂ یاقوت کے بادشاہ نے چاہا کہ یہ مستورات حجاج کو بھیج دے۔ انہیں ایک سفینے

میں سوار کر کے روانہ کر دیا۔ وہ سفینہ سمندر کے پانیوں کو چیرتا ہوا بصرہ کی طرف رواں دواں تھا۔ دورانِ سفر (دیبل) دیول کے ڈاکوؤں کا ایک چاق و چوبند گروہ کھلی کشتیوں میں ادھر آ نکلا۔

انہوں نے سفینہ کے سامان کو لوٹنا اور خواتین کو پکڑنا شروع کر دیا۔ وہیں ایک نسوانی آواز بلند ہوتی ہے۔ اور مدد کیلئے پکارتے ہوئے کہتی ہے۔ اے حجاج! ...... بالکل ایسے ہی جیسے بعد ازاں دورِ عباسی میں ایک عربی فریاد کنندہ کی آواز ان الفاظ میں بلند ہوتی ہے۔

ہائے معتصم!

سمندر کی لہریں، ان کی گونج اور شور، اس کی ہواؤں کا زور، اس عربی خاتون کی کمزور آواز کو ضائع نہ کر سکے۔ یہ آواز جو اس کے دل سے اٹھی تھی اگرچہ وہ اپنی مجبور سہیلیوں میں تھی۔ بادِ نسیم جب ہولے ہولے چلتی ہوئی عاشقوں کی چغلیاں کھاتی ہے تو ان کی خبریں پھیل ہی جاتی ہیں۔

اس کمزور اور بے کس آواز کو ہوائیں اپنی قوت سے اڑا کر اس شخص کے پاس کیوں نہیں لے جاسکتیں تھیں؟ جو ان کی امداد کیلئے فوراً لپک پڑے' اور تعاون کیلئے سرعت سے کام لے۔ وہ شکستہ اور بے چین آواز' حجاج کے کانوں سے جاٹکرائی۔

مورخین کہتے ہیں: کہ اس وقت حجاج نے کہا لبیک! میں حاضر ہوں۔ کیونکہ عرب طبعاً آواز سننے میں تیز ہوتے ہیں۔ آخر خواتین کی مدد کیوں نہ کی جائے؟ پہلے تو حجاج نے ڈپلومیسی طریقہ آزمایا' کیونکہ وہ سیاست اور ڈپلومیسی میں بہت ہوشیار تھا۔ اس نے سندھ کے راجہ داہر کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ کے علاقہ (دیبل) دیول کے ڈاکوؤں نے ہماری خواتین کو پکڑا ہے وہ انہیں چھوڑ دیں۔

مگر راجہ داہر نے کورا جواب دے دیا۔ شاید اللہ تعالیٰ نے یونہی امورِ سندھ کو اس مقام پر لانا تھا۔ جس کا ہم استقبال کرنے والے تھے۔ وسیع مملکت کی جاگیریں' دور دراز علاقوں کی فتح' پھیلے ہوئے خطے پر

اسلام اور عربوں کو اقتدار نصیب ہونا۔ جہاں بودھ ازم کے بتوں کی حکومت تھی' وہاں کلمتہ اللہ کو بلند کرنا منظور تھا۔

سندھ کے راجہ داہر نے یہ جواب دیا کہ جن ڈاکوؤں نے عرب عورتوں کو اغوا کیا ہے وہ ان پر قدرت نہیں رکھتا ہے۔ اس کی حکومت ان پر نہیں ہے۔ اس طرح حجاج کے سامنے' اس نے بہانے تراشے۔ اپنے ہی ملک میں جو لڑائی کی ہمت نہیں رکھتا وہ حکمران کیسا ہے؟ کمزور کی حمایت نہ لاچار کی اعانت۔

حجاج نے ایک جنگی دستہ ابن نبہان کی سرکردگی میں دیبل روانہ کیا جو کہ ڈاکوؤں کا مسکن تھا۔ یہ ماہر قزاقوں کا ٹھکانہ تھا۔ ابن نبہان کمانڈ وہیں قتل ہوا اور اس کے فوجی دستہ کا دل ٹوٹ گیا۔ پھر حجاج نے ایک اور کمانڈر کو آگے بھیجا جس کا نام بدیل تھا' اور وہ عمان کا رہنے والا تھا۔ اسے دیبل جانے کا حکم دیا تا کہ بحری قزاقوں سے جنگ لڑے۔

بدیل نے عظیم بہادری اور جانبازی دکھائی لیکن سندھ کو فتح کرنے کا

مقدر و یسے ہی ثابت ہوا جیسے قائد مجاعہ کا نصیب تھا۔ کہ قائد' منتظر کا راستہ ہموار کرے اور وہ گمشدہ فاتح محمد بن قاسم تھا۔

یہ حیرت انگریز بات ہے کہ بدیل کی موت کا سبب اس کی شجاعت تھی اس کی تمنا گھڑ سواری تھی۔ اس کا گھوڑا اسے تیز لے اڑا۔ اس کو قابو نہ رکھ سکا' نہ اسے واپس لوٹا سکا۔ دیبل کی لڑائی میں دشمن نے اسے گھیرے میں لے لیا' تو اہل سندھ نے اسے قتل کر ڈالا۔

ان تمام اسباب نے حجاج پر واضح کر دیا کہ سندھ کے علاقے میں ایک بڑا لشکر روانہ کرنا پڑے گا۔ جو باغیوں کو ادب سکھائے سرزمین سندھ فتح کرے خدا کی نصرت کا وعدہ سچ کر دکھائے' جو اس نے اپنے بندوں سے کیا ہے۔ تو اس لشکرِ سندھ کا سالارِ اعلیٰ کون تھا' جس کی صلاحیتیں ابھی تک خوابیدہ تھیں؟

تیاری

محمد بن قاسم اپنے عم زاد حجاج کے پاس غضبناک حالت میں پہنچا۔ چونکہ اس نے مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے دستوں کے بارے میں شکست کی خبریں سن رکھی تھیں۔ یہ دستے سرحد سندھ پر بھیجے گئے تھے۔ بہادر نوجوان کا دل غصے سے پارہ پارہ ہو رہا تھا۔ وہ ان مقامات پر پہنچنے کیلئے بے تاب تھا جہاں ابن نبہان اور بدیل پہنچے تھے وہ دونوں دیبل کے ڈاکوؤں سے بدلہ لینے گئے تھے مگر کامیاب نہ ہو سکے تھے۔

کیا عرب خواتین بانجھ ہو گئی تھیں کہ خالد بن ولیدؓ زبیر بن عوامؓ ابو عبیدہؓ عامر بن جراحؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ جیسے عظیم جرنیل پیدا نہ کر سکیں؟ حجاج کی ہیبت کے سامنے اس کا چچا زاد نوجوان پھٹ پڑا۔ وہ اس چالاک کے سامنے ذرا خوفزدہ نہ ہوا۔ جس نے اہل عراق کو

ہراساں کیا ہوا تھا۔ ابن قاسم قرابتداری میں حجاج کا بہت قریبی تھا۔ نیز وہ مقامِ قیادت پر فائز تھا۔ اس نے خوب صراحت سے گفتگو کی اس کے کلام میں بلا کی روانی تھی۔ اس نے ملامت کی انتہا کر دی۔ نہ کوئی خوف' نہ ڈر۔ وہ کہہ رہا تھا میرے آقا' میرے پچیرے! دو شہیدوں کی وجہ سے شاید آپ محاذِ سندھ سے دل برداشتہ ہو گئے ہیں۔ اسی وجہ سے ارکانِ سلطنت کانپ اٹھے ہیں۔

کیا آپ کچھ کرنے والے ہیں؟ جو مستورات آپ کو ہدیہ میں بھیجی گئیں انہیں سندھی قزاقوں نے اغوا کر لیا ہے۔ اور وہ دیبل کے ساحل پر محصور ہو کے رہ گئیں۔ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ سندھ کے راجہ نے' انہیں واگزار کروانے سے صاف انکار کر دیا ہے مسلمانوں کی اتنی بڑی ذلت؟ اس کا بہانہ نہایت گھٹیا ہے۔ ان کی نیت غداری کی ہے۔ اس طرح کل انہیں آپ پر حملہ کرنے کی جسارت پیدا ہو گی۔ ان کے راجے ہماری حکومت سے بدعہدیاں کرینگے۔ جس سرزمین کو ہم نے

حضرت عثمانؓ بن عفان کے عہد خلافت میں فتح کیا تھا اسے ہڑپ کر جائیں گے۔

آپ نے تو ایک فریادی عورت کی فریاد قبول کی تھی۔ لیکن آپ کا لشکر کامیاب نہ ہو سکا' ظلم کو نہ مٹا سکا' کمزور اور گرفتار خواتین کو بازیاب نہ کروا سکا۔ میں آپ کے پاس ایران سے حاضر ہوا ہوں۔ شاید میں سرزمین سندھ میں اللہ تعالیٰ سے شرف ملاقات حاصل کروں۔ ممکن ہے میں وہاں اجرِ شہید پاؤں۔ آپ مجھے سرحدِ سندھ پر کیوں نہیں بھیجتے؟

میرے بیٹے! تیری روح' بہترین روح ہے۔ تیرا جہاد ہے! بہترین جہاد ہے!

کیا میں آپ کو اس لشکر کا سالار بنادوں' جس کا سالار' پہلے ہی ابو اسود جھم ہے؟ امیرِ عراق! بخدا آپ کے سالار ابو اسود کے تحت معمولی سپاہی ہونے میں کوئی عار نہیں ہے۔ اس کی قیادت کا امتحان ہو

گا' میری اطاعت گزاری ہوگی۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اپنے ہی فائدے کے لئے جلد باز ہوں۔

ابو اسود فارس (ایران) فرار ہو گیا ہے۔ اس کی شدید مجبوری تھی۔ اس کی آزمائش میں خیر کی توقع ممکن ہے۔ وہ راہوں کا واقف ہے۔ اس نے میدانِ جنگ کو دیکھا بھالا ہے۔

اب مجھے سندھ بھیجئے میں ڈاکوؤں کے ہاتھوں گرفتار شدہ' اغوا شدہ خواتین کو آزاد کروا کے آپ کے پاس لاتا ہوں۔ میں آپ کیلئے اور عرب کیلئے دو بہترین مسلمان سالاروں کا بدلہ لینے والا ہوں۔ اس کے بعد خدا جو چاہے گا کریگا۔

مگر بیٹے! آپ جیسے کم سنوں' کم عمر لڑکوں کو لشکر کی قیادت سونپنا جائز نہیں ہے۔ آپ ابھی سترھویں (17) سال میں ہیں۔ آپ کے علاوہ مسلمانوں میں بڑی عمر کے لوگ موجود ہیں۔ ان کی عمر اس لائق ہے کہ خلیفہ کی طرف سے لشکرِ سندھ کے قائد ہوں۔

امیرِ عراق! آدمی اور اس کے استحقاقِ عمل کے مابین، عمر کب حائل ہوتی ہے؟ ہجرتِ نبویؐ کے ستر برس بعد میری پیدائش کیا جرم بن گئی ہے؟ میرے علاوہ قبل ازیں دسیوں سال ہو گزرے ہیں۔ میرے عم زاد! اس مرتبہ آپ مجھے آزمالیں۔ مجھے امید ہے کہ یہ امتحان آپ کا شکر گزار ہو گا۔ حجاج مسکرایا اس کا تبسم معنی خیز تھا جو کہ جذبوں سے سرشار نوجوان پر مخفی نہ تھا۔ پھر اس نے کہا: بیٹے! مسلمانوں کے معاملات، آپ کے امتحان کے حوالے کرنا، کیسے درست ہو سکتا ہے؟ جب تک ماہرین جنگ موجود ہیں آپ کیلئے کہاں گنجائش ہو سکتی ہے؟ وہ مشاق، معرکوں میں مقدم ہیں۔ میرے عزیز برخودار! تجھے قیادت کی کیا جلدی پڑی ہے؟ وہ تو مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ، آپ کی طرف خود بخود چلی آ رہی ہے۔

امیر عراق! مجھے سرزمینِ سندھ میں دو شہیدوں کی شہادت نے بے چین کر ڈالا ہے۔ ان کے بہتے خون کے قطروں نے میرے خیالات

کی دنیا میں ہلچل مچا دی ہے۔ میری راتوں کی نیند برباد اور میرے دنوں کا قرار چھین لیا ہے۔ آپ مجھے ان دو شہیدوں کے ساتھ تیسرا شہید کیوں نہیں بننے دیتے؟

میرے بیٹے! میں زبانِ خلق سے ڈرتا ہوں کہ ابن یوسف ثقفی' اپنے خاندان کو نوازتا ہے انہیں سیاسی رشوت دیتا ہے۔ دیگر مسلمانوں کے بیٹوں کو چھوڑ کر' محض اپنوں کو ایسے عہدوں کیلئے ترجیح دیتا ہے۔

اے امیر عراق! میں آپ سے کسی عہدہ کا طالب نہیں ہوں اور نہ کسی معاوضہ کا طلبگار ہوں۔ میں تو آپ سے صرف شہادت فی سبیل اللہ کا مطالبہ کرتا ہوں۔ شہادت پر میری مدد فرمائیں اللہ آپ کو زندگی عطا کرے۔

بیٹے جی! قبیلہ ثقیف اس بات پر رضا مند نہیں۔ مگر آپ فضیلت میں بہت آگے نکل چکے ہیں۔ چاہے یہ فضیلت نیزوں کی انیوں پر چڑھ کر کیوں نہ حاصل ہو۔ لہذا میرے بیٹے! اپنی تلوار پکڑ لو' اللہ کا نام لے کر

اپنا رخ سیدھا کر لو اور ابھی جا کر بنو امیہ کی طرف سے سرحد سندھ پر فوج کی کمان سنبھال لو۔ عنقریب خلیفہ ولید بن عبدالملک کا آپ کے نام حکم نامہ آپ کے تقرر کا پہنچ جائے گا۔

محمد بن قاسم چلا' مسرت و فرحت اس کے رگ و پے میں جاری و ساری تھی۔ جنگ کیلئے دن گننا شروع کر دیے۔ حجاج نے اسے نئے لشکر کی تیاری میں تنہا نہ چھوڑا۔ ہر اس چھوٹے بڑے کام کی تیاری' اس نے خود شروع کروائی جس کی اسے میدان جنگ میں ضرورت پڑ سکتی تھی۔ امدادی ٹھکانوں اور مراکز رسد کیلئے حجاج نے کوئی چیز بھی نہ چھوڑی۔ اس لشکر سے مسلمانوں کی امیدیں وابستہ تھیں۔ سوئی دھاگے تک جو کپڑے سینے پیوند لگانے میں کار آمد تھے سب کچھ تیار کیا۔

ذہانتِ حجاج یوں بھی حیرت انگیز ہے۔ کہ عرب سرکہ کے استعمال کو کھانے پینے میں محبوب رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ روٹی پکاتے ہیں اور روغن لگاتے ہیں۔ ادھر سندھ میں سرکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ

سرکہ مٹکوں میں ڈال کر لشکر کیلئے' جانوروں پر لادنا کتنا مشکل کام ہے؟ حجاج نے ایک عجیب وغریب طریقہ سوچا کہ یہ سرکہ لشکر سندھ کو ضرورت کے مطابق بغیر مشقت کے مہیا کیا جائے۔ اس نے دھنکی ہوئی روئی منگوائی اور سرکہ میں بھگو دی پھر اُسے سائے میں خشک کرلیا تا کہ دھوپ میں بخارات بن کر اڑ نہ جائے۔ اسے ایک ہلکی پالکی میں رکھ دیا جس میں دیگر سامانِ حرب اور راشن وغیرہ تھا۔ حجاج نے اس نوجوان سپہ سالار کے ساتھ چھ ہزار جنگجو بھیجے۔ جن کے دل شہادت فی سبیل اللہ سے سرشار تھے۔ وہ اپنے گھروں سے خدا اور اس کے دین کی سربلندی کی نیت سے نکل کھڑے ہوئے۔

اگر شہید ہو گئے تو مجاہدین کا اجر وثواب پائیں گے شہداء وصلحاء کے انعامات سے نوازے جائیں گے۔ اگر زندہ بچ رہے تو ان کی زندگی خدا کا عطیہ ہوگی۔ ان کی دعائے شہادت قبول ہوتی ہے یا نہیں اس کی کوئی پروا نہیں۔

محطم کا صنم

محمد بن قاسم اور اس کے پیچھے پیچھے اس کا لشکر تیزی سے یوں نکلے جیسے کمان سے تیر' اپنے نشانہ پر ٹھیک بیٹھنے کیلئے نکلتا ہے۔ جو اپنے ہدف سے ذرا نہیں چوکتا۔ بڑے بڑے نالوں میں سے اپنی سواریاں سیلاب کی طرح بہا لے گئے۔ ابن قاسم مکران کی طرف چلا کچھ عرصہ وہاں قیام کیا۔ پھر قند پور شہر میں آیا اسے فتح کیا۔ اس کی فتح میں زیادہ مشکل پیش نہ آئی۔ پھر ارمائیل شہر آیا۔ یہاں مقابلہ ہوا۔ لیکن اس شہر کے باشندے اپنے لشکر کی بہادری اور صبر وہمت ہار بیٹھے بالآخر شہر ابن قاسم کے سپرد کر دیا۔

محمد بن قاسم کی چڑھائی ان دونوں شہروں پر تھی جو کہ دیبل شہر کی راہ پر واقع تھے۔ یہی بڑی جنگ کا تمہیدی باب تھا۔ ارمائیل کو مکمل فتح

کرنے کے بعد اس شہر کا رخ تھا۔ جہاں سمندری لٹیرے چھپے ہوئے تھے۔ دیبل میں وارد ہوئے تو یہ جمعہ کا روز تھا اسلامی کشتیاں اپنا سامان جنگ اور بقایا سپاہیوں کو ان کے ٹھکانے تک پہنچا رہی تھیں۔

اسی روز جنگی جہازوں کا اموی بیڑہ اچانک وہاں پہنچا۔ دیبل شہر میں بحری و بری افواج آمنے سامنے ہوئیں۔ جواں سال سپہ سالار نے وہاں خندق کھدوائی اور فوج کا پڑاؤ ہوا۔ حسبِ عادت عرب' وہیں فروکش ہوئے جہاں جنگ لڑنا تھی۔ ابن قاسم نے بھاری بھر کم منجنیق کو نصب کیا۔ اسے پورے ساز و سامان سے لیس کیا۔ اس کا نام عروس تھا۔ اس کی ضخامت اتنی تھی کہ پانسو (۵۰۰) آدمی فائر کرنے کے لئے اسے گھماتے تھے۔ جوان سالار نے عروس کو اس بت کے سامنے فٹ کیا جو کہ خوفناک جسامت اور بہت بڑی عمارت کا حامل تھا۔

اہل سندھ و ہند' جو اس کے پجاری تھے ان کے دل اس کی طرف کھنچے جاتے تھے۔ وہ اس کی تعظیم کرتے اس کے مقربین کا قرب حاصل

کرتے قربانی کے جانور اس کے لئے ذبح کرتے جیسے عرب قبل از نعمتِ اسلام دورِ جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔ یہ تاریکیوں سے نور اسلام میں آنے سے پہلے کی بات ہے۔

دیبل کا صنم یا اس بودھ کا نام جیسا کہ عرب فاتحین نے محطم (شیر) رکھا تھا وہ بہت بڑے ہیکل کی بلندی پر رکھا تھا۔ اس پر وسیع سرخ پرچم لہرا رہا تھا۔ پرچم کے کپڑے کی وسعت اتنی تھی کہ جب اس کے پاس سے ہوا کا گزر ہوتا ہے۔ تو یہ شہر مقدس پر گردش کرتا ہوا یوں لہراتا کہ اہل شہر کے دل اس کی محبت سے سرشار ہو کر اس کی طرف مائل ہوتے بودھ کی عظیم عمارت کے منار پر یہ ستون نما نصب تھا۔

ابن قاسم نے جنگ کیلئے اسی کو اپنے نشانے پر رکھا تھا۔ یہ ہولناک صنم یوں آسمان کی پہنائیوں میں کھڑا تھا گویا کہ کوئی پہاڑ زمین پر بلندی سے چھایا ہوا ہے۔ یا ستارے اپنے مدار میں ہجوم کیے ہوئے ہوں۔ اسلامی فوج نے تاک کر نشانہ لگایا تو اس میں شگاف پڑ گیا۔ اسی

کے ساتھ ہی اہل سندھ کے لڑاکوں کے دلوں میں شگاف پڑ گئے۔ ان کی روحیں ٹوٹ پھوٹ گئیں۔ اپنے مقدس معبود کی تباہی پر انکی جانیں حسرت کے مارے' ان کے بدن سے رخصت ہو رہی تھیں۔ اس کی عظمت وجلالت سے مرعوب تھے۔ وہ اسے تقدس کی اعلیٰ منزلوں میں تصور کرتے تھے۔

ابن قاسم نے جو جانا' خوب جانا۔ وہ تو سندھ کی خبروں کو اسی وقت بھانپ گیا تھا جب وہ بصرہ میں اپنی خوشگوار تیاریوں میں مصروف تھا۔ اس نے اسی صنم کے نشانہ کا حکم دیا۔ اسی غرض کیلئے عظیم منجنیق کھینچی گئی۔ جس کا نام عروس تھا۔ اس کے سامنے تو قلعوں کی فصیلیں' مضبوط دیواریں' بلند وبالا شہر پناہیں نہ ٹھہر سکتی تھیں۔

اس عظیم الشان نوجوان نے اس صنم کو ہر طرف سے گھیرے میں لے لیا تھا۔ محاصرہ طویل تر کر دیا تھا حتی کہ بودھ کے علمبرداروں کی زندگی تنگ ہوگئی وہ نجات سے یکسر مایوس ہو گئے۔ ''عروس'' کے ساتھ فائر

کرنے والوں کے بازو یوں متحد ہو گئے جیسے فرد واحد کا ہاتھ ہے۔ انہوں نے بودھ کے مجسمہ پر بڑے پتھر سے حملہ کیا۔ وہ مجسمہ ٹوٹ کر بڑی منجنیق کے سامنے آ گرا۔ سندھی لڑاکوں نے اسے شگونِ بد تصور کیا۔

وہ ڈر گئے کہ یہ گردش زمانہ کا عبرت ناک تازیانہ ہے۔ وہ معبد کے اندر سے فوراً باہر نکلے بودھ کے کمروں تنگ کوٹھڑیوں سے بھاگ نکلے۔ انہوں نے مسلمانوں پر مایوسانہ حملہ کیا۔ جب جنگ نے شدت اختیار کی، تو تنگ آ کر ایک دوسرے پر کود پڑے۔ نجات کے سب راستے مسدود ہو گئے۔

غلط راستے پر چل پڑے کہ شاید تنگ سوراخوں کے ذریعے بچ نکلیں۔ مگر ابن قاسم نے امیدِ کامرانی سے سرشار ہو کر اپنے مردان کار کی ہم رکابی میں دشمنوں پر اچانک زوردار حلہ بول دیا۔ انہیں صنم خانے کے اندر ہی گھیر لیا۔ بودھ کے باہر ان کی موت منتظر کھڑی تھی۔

اندر جو ذخیرہ خورد ونوش محدود سا تھا۔ اس پر کب تک وہ زندہ رہ سکتے تھے؟ بودھ کی دیواریں ضخامت ورفعت میں اتنی مضبوط تھیں کہ انہیں سیڑھیاں لگائے بغیر سر کرنا مشکل تھا۔ ابن قاسم نے زینے نصب کرنے کا حکم دے دیا۔ ان پر چڑھنے والوں کو ہدایت کی کہ اندر گھات میں بیٹھے ہوئے دشمن کے ان تیروں سے ہوشیار رہنا جو شہر پناہ کے پیچھے سے اچانک چھوٹ پڑیں گے۔

یہاں مسلمانوں کو ویسے ہی واقعہ پیش آیا جیسے عمرو بن عاص کے ہاتھوں فتحِ مصر کے وقت فسطاط میں بابلیوں کے قلعہ پر پیش آیا تھا۔ کیا اس مضبوط قدیمی قلعہ نے عرب فاتحین کے آگے سرنگوں ہونے سے انکار نہ کیا تھا؟ جب زبیر بن عوام کیلئے زینہ لایا گیا۔ وہ اس کے ذریعے اوپر چڑھے۔ حتی کہ قلعہ کی بلندی پر سے نیچے جھانکا۔ بغاوت کے خوف سے شمشیر برہنہ ہاتھ میں تھامے ہوئے تھے۔

نعرۂ تکبیر بلند کیا سب مسلمانوں نے بیک آواز نعرے کا جواب دیا۔

دشوار قلعہ کو فتح کیا۔ طویل مزاحمت کے بعد اس نے اپنی چابیاں عرب کے سپرد کیں۔ ہاں! اس مقام پر ابن العوام کے ہاتھوں فتح مصر کی یاد آتی ہے۔ جیسا معرکہ سندھ میں مسلمانوں کا ویسا ہی دوسرا وہ کارنامہ جو ابن عوام نے انجام دیا۔ جب تک اسلام اپنے عظیم لوگوں کی شرافت وسخاوت قربان کرتا رہے گا یہ اعجاز رونما ہوتے رہیں گے۔ اہل کوفہ کے قبیلہ مراد سے بھی ایک مرد حر اٹھا جس نے ویسا ہی کام کر دکھایا جو ابن عوام نے سرزمین اہرام میں دکھایا تھا۔

المرادی نوجوان نے سب سے پہلے زینے پر چڑھ کر نرالی طرح ڈالی اس کے پیچھے پیچھے اس کے پیروکار چڑھ گئے۔ اس دشوار قلعہ صنم کو فتح کیا۔ لڑائی اس شدت کی تھی کہ سب سپاہی تین دن تک متواتر' نہ کچھ کھا سکے نہ پی سکے نہ سو سکے۔

بعض اوقات تاریخ کے یہ اعجوبے ہوتے ہیں کہ عظیم لوگوں کے نام بلا ارادہ بھلا دیے جاتے ہیں غفلتوں کے دبیز پردے ان پر لٹک جاتے

ہیں۔ اسی المرادی نوجوان کے قلعہ پر چڑھنے کا کارنامہ عظیم ہے۔ مگر تاریخ نے اس کا ذکر خیر کرنے سے خوب بخل سے کام لیا ہے۔ لیکن اس نوجوان کی قبیلہ بنی مراد سے نسبت ہی کافی ہے۔

مجاہد فی سبیل اللہ جب جہاد کرتے وقت قتل کرتا ہے یا قتل ہوتا ہے تو اسے اس وقت اس بات کی پروانہیں ہوتی کہ تاریخ میں اس کا نام ذکر ہوگا یا نہیں۔ اس کے تذکرے تحریر میں محفوظ ہوں گے یا بھلا دیے جائیں گے۔ وہ تو اللہ کیلئے اپنے ضمیر کے مطابق حقوق ادا کرتا ہے۔ بلکہ وہ اپنے حقوق خوب سوچ سمجھ کر ادا کرتا ہے۔

شہر دیبل کا سقوط ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ صنم ساقط ہو جاتے ہیں۔ ان کی پرستش کے تمام امکانات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یہ ۸۹ھ کا واقعہ ہے شہر دیبل کے حکمران کو اس کے کارندوں کو راجہ داہر کی سلطنت کے برباد ہونے کا خوف لاحق ہوتا ہے۔

اس کے لشکر نے جنگ بندی کے لئے ہتھیار ڈال دیے اپنی نجات کا

سوال کیا۔ ابن قاسم نے چار ہزار فوج اس شہر میں داخل کر دی۔ جو شہر کل تک مسلمانوں کے لئے تکلیف دہ تھا۔ اس کے مکینوں سے مسافر مسلم خواتین کو اغوا کیا تھا اور امیر عراق تک نہ پہنچنے دیا تھا محمد بن قاسم نے مفتوح شہر کی حد بندی کی مسلمانوں کو آباد کیا۔ جو چار ہزار لشکریوں کی صورت میں وارد ہوئے تھے۔

وہاں مسجد تعمیر کی۔ جس کے منار سے اذان کی آواز بلند ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا پاکیزہ نام سنائی دیتا تھا۔ اس کے بعد طاغوت کی سب آوازیں ہمیشہ کیلئے خاموش ہو گئیں۔

☆☆☆

ہاتھیوں کا معرکہ

سندھی ہیرو نے اس دیبل شہر میں اپنی طاقتور فوج بسا دی جسے ہمت مردانہ سے بزورِ شمشیر فتح کیا تھا۔ پھر وہاں سے البیرون شہر کی طرف روانہ ہوئے یہ وہی شہر ہے جس کی طرف مشہور مسلمان مورخ و فلسفی ابوریحان البیرونی منسوب ہے جو پانچویں صدی ہجری کے نامور علماء میں سے ہے۔

ابن قاسم ابھی البیرون کے سفر پر تھا۔ اس کی لاعلمی میں باشندگان البیرون نے حجاج امیر عراق کو صلح کیلئے لکھ بھیجا۔ محمد بن قاسم کے پہنچنے پر ان شہریوں نے ہمارے ہیرو کے ساتھ مصالحانہ روش اختیار کی سامان رسد مہیا کیا معاہدہ صلح کے مطابق ہر طرح کا تعاون پیش کیا وفا شعاری کا مظاہرہ کیا۔

اہل شہر نے اپنے دروازے خود بخود ان کیلئے کھول دیے۔ ابن قاسم اس شہر میں بغیر کسی مزاحمت کے داخل ہوتا ہے۔ پھر وہاں سے بعافیت آگے چلتا ہے۔ ہر شہر کو فتح کرتے ہوئے چلا جا رہا ہے۔ بعض اہل سندھ نے جنگ پر صلح کو ترجیح دی کہ کیوں قتل و خون ریزی ہو ذلت و ہزیمت ہو؟ انہوں نے ناکام معرکے برپا کرنے کے بجائے مصالحت پر اکتفا کیا۔

سربیدس شہر کے لوگ بھی عقلمند نکلے۔ انہوں نے جنگ سے اٹھنے والے نقصانات سے اپنے آپ کو بچا لیا۔ نشانِ عبرت نہ بنے جواں سال ہیرو سے صلح کر لی۔ ان کے شہر پر جزیہ عائد کیا۔

مگر سیہان شہر کے باشندے اپنے سرداروں کے سر ہوئے۔ انہیں لڑائی پر آمادہ کیا۔ پھر ان کی جزا بھی یہی تھی۔ ان کا شہر کچھ مشقت کے بعد مفتوح ہوا۔ مسلمانوں کی پیاسی تلواروں نے ان کے خون سے سیرابی حاصل کی۔

اسی درسِ عبرت کا نتیجہ تھا کہ ہندوستان کے باشندے عافیت کے طلبگار بن کے نکل پڑے۔ صلح و امان مانگی۔ سندھی ہیرو نے انہیں امان دی‘ ان پر جزیہ عائد کیا۔ جسے انہوں نے بخوشی قبول کرلیا۔

سندھی بادشاہ کے گورنر مختلف صوبوں میں ایک ایک کر کے شکست کھاتے گئے۔ انہیں اس بہادر جوان کے ساتھ مقابلے کرنے کی سکت باقی نہ رہی۔ یہ نوجوان ان کے شہروں کی طرف بڑھ رہا تھا فتوحات نے اس کی ہمتوں کو تیز تر کر دیا تھا ہولناکیاں سدِ راہ نہ بن سکیں نتائج سے بے نیاز ہوکر قدم آگے ہی رکھتا گیا۔

راجہ داہر بذاتِ خود اپنی مملکت کی بنیادیں کھوکھلی ہونے سے غافل تھا۔ وہ اپنے مال و دولت اور کنیزوں میں مگن تھا‘ جو دریائے مہران کے اس پار تھیں۔ اس عربی لشکر کا اس کی سرزمین میں وارد ہونا اس کے لئے ذرا بھی قابلِ التفات نہ ہوا۔ معمولی اہتمام کی بھی ضرورت محسوس نہ کی۔ سقوطِ دیبل‘ مصالحتِ البیرون‘ فتحِ سہبان‘ سدوستان کی سپردگی‘

عرب فاتحین کا ان شہروں میں انقلاب' یہ سب خبریں اس کے غفلت شعار کانوں تک نہ پہنچ سکیں' یہ کان تو مغنیات کے نغموں سے مسحور تھے۔ ممکن ہے سب کچھ سنا ہو' مگر سنی ان سنی کر دی' عرب کو حقیر جانتے ہوئے ہو سکتا ہے کہ ذاتی پنجہ آزمائی کا منتظر ہو۔

بہر حال ابن قاسم دریائے مہران عبور کر گیا تو راجہ داہر سے مڈبھیڑ ہوئی۔ وہ موٹے تازہ ہاتھی پر سوار تھا۔ جو خوبصورت گھوڑوں سے بھی زیادہ حسین تھا۔ اس پر سامانِ جنگ سجایا ہوا تھا۔ جیسے گھوڑے مسلح اور مزین ہوتے ہیں۔ اس کے ارد گرد ہاتھی سواروں کا دستہ تھا۔ اسے یوں گھیرے میں لئے ہوئے تھا جیسے کنگن کلائی کو محیط ہوتا ہے۔

اس کے چاروں طرف' دیواروں کی طرح یوں کھڑے ہیں کہ اس تک دشمن کی رسائی ناممکن ہے۔ کوئی جنگجو اس پر کامیابی نہیں پا سکتا کسی تیر انداز کا تیر اس کی کنپٹی کو نشانہ نہیں بنا سکتا' کسی نیزہ باز کا نیزہ چھو نہیں سکتا۔ عظیم فیل بانوں کا دستہ' بادشاہ کے گرد یوں ہے جیسے جسم پر لباس

استر‘ ہر طرف سے سدِ راہ بن کے کھڑے ہوئے تاکہ کسی جنگجو کو اس پر فتح حاصل نہ ہو سکے۔

اسپانِ تازی نے‘ جب پیل بانوں کا یہ عظیم دستہ دیکھا تو ان کے اعضائے بدن لرزنے لگے۔ دوسری طرف ہیبتناک فیل بانوں نے جب ان گھڑ سواروں کو دیکھا تو محسوس ہوا کہ ان ذیو قامت گھوڑوں نے اپنی کمر پر جنوں جیسے انسان اٹھائے ہوئے ہیں۔ بہر کیف ہاتھیوں کی چنگھاڑ نے‘ گھوڑوں کی ہنہنانے والی آوازوں کو دبالیا۔

حتی کہ ان کی گرج دار آوازوں نے اس معرکہ کو سر کرنا محال کر دیا۔ غرض کہ دونوں لشکر نہایت بے جگری سے لڑے کہ ایسی مثال پہلے کبھی سنی نہ گئی۔ مورخین کہتے ہیں۔ ہاتھیوں کا سوار دستہ بالآخر ثابت قدم نہ رہ سکا۔ قدم قدم پر ڈگمگانے لگے ٹانگیں متزلزل ہو گئیں بہادروں کے دل دہل گئے۔

جب مغلوب راجہ داہر نے دیکھا کہ ہاتھی کی پیٹھ سے زمین کی کمر

زیادہ مضبوط ہے تو پیدل چلنا شروع کر دیا۔ اس کی زر ہیں دشمن کے حملوں سے اس کا دفاع ممکن حد تک کر رہی تھیں۔ یہاں تک کہ تھک ہار کر زمین پر گر پڑا' سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔

راجہ داہر کا قتل' اس عربی شہسوار سے ہوا جو تر و تازہ بدن والا' ماہر حرب و ضرب' شجاعت کا پیکر' دشمن کی صفوں کو چیرنے والا' پیش آمدہ حالات سے بے نیاز' لشکرِ عدو پر فتح پانے والا ان کے ہر تعرض کو خاطر میں نہ لانے والا۔ جب اس نے اپنی تلوار سے داہر کو پچھاڑا تو فخر سے یہ شعر کہنے لگا۔

الخیل تشھد یوم داھر و القنا　　و محمد بن القاسم بن محمد

انی فرجت الجمع غیر معرد　　حتی علوت عظیمھم بمھند

فترکتہ تحت العجاج مجندلا　　متعفر الخدین غیر موسد

ترجمہ: ''محمد بن قاسم کا گھوڑا اور نیزہ' مقابلہء داہر کے روز کی گواہی دیں گے کہ میں نے لشکر پر فتح بغیر کسی پسپائی کے حاصل کی۔ میں نے ان کی عظیم فوج پر تیز تلوار سے غلبہ پایا۔ میں نے اسے گرد و غبار کے

نیچے پچھاڑ کے چھوڑا۔ اس کے خاک آلود رخسار بغیر تکیے کے ''زمین پر پڑے ہوئے تھے۔

یہاں تاریخ نے راجہ داہر کے قاتل کے نام سے غفلت نہیں برتی جیسا کہ اس بہادر جوان کو بھلا دیا جو بودھ قلعہ کی دیوار پر چڑھ گیا تھا۔ مورخین میں سے کسی ایک نے اس کا نام قاسم بن ثعلبہ بن عبداللہ الطائی بتایا ہے۔

تمام ارضِ سندھ میں راجہ داہر کی موت' عرب فاتحین کے غلبہ کا اعلانِ عام تھی۔ انہیں یقین ہو گیا کہ ان کے بادشاہ کے قتل ہونے کے بعد' اہل سندھ کا مقابلہ ابن قاسم کے ساتھ باعث رسوائی ہو گا۔ ان کی افواج منتشر ہو گئیں۔

سندھ کے جواں سال ہیرو نے اپنی مہمات' تمام علاقوں میں برابر جاری رکھیں کوئی قلعہ اس کا راستہ نہ روک سکا کوئی دشوار گزار گھاٹی حائل نہ ہو سکی۔ بکھرے ہوئے کمزور لشکر اسے مرعوب نہ کر سکے۔ پھر راور شہر کا رخ کیا جسے راجہ داہر نے اپنی ایک بیوی کیلئے نہایت خوشگوار بنایا ہوا

تھا۔ اسے ابن قاسم نے صلحاً رام کر لیا۔ مگر بعد ازاں انہوں نے معاہدہ صلح توڑ ڈالا۔ پھر امان طلب کی۔

داہر کی رانی کو عربوں کے ہاتھوں جب گرفتار ہونے کا خطرہ لاحق ہوا۔ تو اس نے اپنے آپ کو' کنیزوں کو' عام سامان اور قیمتی اشیاء کو' نفیس تحائف سمیت' سب کچھ جلا ڈالا۔ اس سیاق وسباق کی روشنی میں مروی خبر سے' ہمیں رانی داہر کے قصے کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہے۔ اس کا اپنے آپ کو کنیزوں سمیت جلا کر خودکشی کرنا عربوں کے کردار کو داغدار نہیں کرتا' نہ یہ الزام ان پر لگایا جا سکتا ہے۔

مسلم فاتحین نے سنگین جنگوں میں بھی خواتین کی حفاظت کی ہے۔ عزتوں کو محفوظ کیا ہے۔ عورتوں پر دست درازی نہیں کی ہے۔ لڑائیوں میں بھی آداب واخلاق کو ملحوظ رکھا ہے۔ یہ دستور جنگ طویل زمانوں پر پھیلا ہوا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر لازم کیا ہے کہ جنگ میں خواتین کو نہ گھسیٹا جائے۔

لہذا کسی کہنے والے کو رانی داہر کے ذاتی فعل کی بنیاد پر کوئی بہانہ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ خودسوزی ہند کی قدیم روایات میں سے ہے۔ لیکن اس سے بھی عظیم قصہ سندھ و ہند کے ہیرو کا ہے جو کہ راجہ داہر کی بیٹی ''سیتا'' سے متعلق ہے۔ ابن قاسم نے اسے چاہا مگر یہ چاہت ایسی نہ تھی جیسے عام عاشقوں کی محبت کے افسانے ہوتے ہیں اور وہ محبت ان کو اندھا بہرہ کر دیتی ہے۔ بلکہ اس نے اس کی عفت و پاکدامنی کی حفاظت کی جیسا کہ شاہزادیوں کی حفاظت ہوا کرتی ہے۔

ہاں! ''سیتا'' کے باپ کا قتل اس کیلئے سوہان روح بن گیا تھا۔ وہ جذبہ انتقام دل میں لئے بیٹھی تھی۔ علاقائی امراء کی منتشر افواج کے ساتھ مل گئی تھی۔ مشکوک علاقوں میں گھس گئی تھی۔ مجبوراً ابن قاسم نے ان علاقوں کو فتح کیا۔ اسے گرفتار کر کے اموی محلات تک پہنچا دیا۔ جہاں سندھ و ہند کے ہیرو نے اس کی عزت افزائی کی مزید ہم اس کے بارے میں کم جانتے ہیں۔

سونے کا خزانہ

راجہ داہر کے قتل کے بعد، سندھی ہیرو کا مقصد ابھی موقوف نہیں ہوا اسے خوب یقین تھا کہ بلادِ سندھ میں کوئی جائے پناہ، کوئی قلعہ، کوئی شہر بھی، ان کی فتوحات کو روک نہیں سکتا۔ اس فوج کا کام ہی مہم جوئی ہے۔ ہر معرکے میں ایمان کی بنیاد پر اس غالب لشکر نے تمام مخالف لشکروں کو ہزیمت سے دوچار کیا۔ انہیں قوی اعتماد تھا کہ یہ لشکر راہ خدا میں غازی بن کے نکلا ہے دین کا داعی بن کے اٹھا ہے۔

ابن قاسم راستہ چلتے ہوئے قدیم برہمن آباد پہنچا۔ سندھ میں اس شہر کا ایک تاریخی مقام ہے۔ تمام شکست خوردہ متفرق لشکر اسی شہر میں جمع ہو گئے تھے تا کہ مل کر اس ہیرو کا مقابلہ کریں جو بڑے بڑے لشکروں سے ٹکرا جانے کا عادی ہو چکا ہے۔

ابن قاسم نے انہیں بھی ہلاک کر ڈالا' ان کے ٹھکانے اکھاڑ پھینکے' بہت سے فنا ہوئے کافی علاقے برباد ہوئے۔ سندھی ہیرو نے اس قدیم شہر کو اس حال میں چھوڑا کہ ویران مکانات کے نشانات' سامانِ عبرت لئے ہوئے تھے۔ شکستہ آثار ان کی منہ بولتی تصویریں تھیں۔ شہر روہڑی کی طرف بغرضِ جنگ رواں تھے کہ راستے میں ساوندی شہر کے باشندوں کا سامنا ہوا۔ جن کے ہاتھ' ہتھیاروں' نیزوں' دیگر سامانِ حرب سے خالی تھے۔ انہوں نے امان طلب کرتے ہوئے ہاتھ کھڑے کر دیے کیونکہ پچھلے شہروں کی تباہی کی خبریں ان تک پہنچ چکی تھیں۔

ابن قاسم نے انہیں اس شرط پر امان دے دی کہ وہ مسلمانوں کی ضیافت کریں گے۔ وہ اس پر راضی ہو گئے۔ کچھ مدت بعد سب نے برضا و رغبت اسلام قبول کر لیا۔ ابن قاسم کیلئے ارض سندھ قریب تر ہوتی گئی اور فاصلے سمٹتے گئے۔ اس کے بعد وہ بسمد شہر پہنچا۔ اس شہر کے

باسیوں نے تلواریں اوپر اٹھانے کے بجائے' نیام میں ڈال لیں۔ صلح کے خواہشمند ہوئے تو سندھی ہیرو نے ذرا بخل سے کام نہ لیا' فوراً مصالحت کرلی۔

یہ روہڑی شہر' مسلمان تیراندازوں کی زد میں تھا۔ سندھ کے پہاڑی علاقوں میں سے ایک پہاڑ پر واقع تھا۔ اس کا راستہ دشوار گزار تھا۔ اوپر چڑھنا مشکل تھا۔ اس ہیرو نے کئی ماہ تک اس کا محاصرہ کیے رکھا۔ یہاں تک کہ اس کے باشندوں نے مصالحت کی پیشکش کی۔ ان کی صلح قبول کرلی۔ سکھر شہر پہنچا اسے بھی فتح کیا۔ سفر یہیں ختم نہیں ہوا' بلکہ دریائے بیاس عبور کرکے ملتان تک پہنچا۔

سندھ پر حملہ کرنے کے عظیم اہداف میں سے ایک ہدف ملتان بھی تھا۔ یہ بہت قدیم اور بڑا شہر تھا۔ اہل سندھ کے خیالات میں اس شہر کا تقدس دیبل شہر پر فوقیت رکھتا تھا۔ اس میں عظیم بودھ یا صنم خانہ تھا۔ جس پر مال و دولت' ہدایا وتحائف' نذرانوں کی شکل میں' نچھاور کیے

جاتے تھے۔لوگ اس کے ہاں عقیدت بھرے جذبات لئے دور دراز سے حاضری دینے آتے تھے۔اس کے احترام میں دل جھک جاتے تھے سر اور ڈاڑھی کے بال اس کے قرب میں منڈواتے تھے قربانی کے جانوروں کے ذریعے اس کا قرب حاصل کرتے تھے ہجومِ زائرین کا کھوے سے کھوا چھلتا تھا گویا میدانِ حشر برپا ہے۔ اور یہ مصروفِ عبادت ہیں۔

اس کے تمام چوک' قیام گاہیں' چراگاہیں' گلی کوچے' آنے والے وفود سے بھر جاتے تھے۔جن کا سیل رواں تھمنے کا نام نہ لیتا تھا۔صنم کے جھگڑالو ملنگ بولتے جاتے' بکتے جاتے' ان کی زبان کو قرار نصیب نہ ہوتا تھا۔

اس صنم کی ضخامت و وسعت اس قدر ہے کہ اس کے دربانوں' خدمتگاروں کی تعداد چھے ہزار کاہنوں تک پہنچتی ہے۔ جو شب و روز وہیں مقیم ہیں۔ یہ ہر آنے والے کا استقبال کرتے تھے جانے والوں کو

الوداع کہتے تھے۔ بہت سے شعائر و مناسک بنا رکھے تھے۔ واقعی وہ شہر‘ شہروں میں ایک ممتاز مقام رکھتا تھا‘ سندھ کی بستیوں میں اس کا نام نمایاں تھا۔

ابن قاسم ملتان شہر پہنچا‘ یہ شہر حاضر و غائب سب کا حامل تھا۔ اس کے مکینوں سے لڑائی ہوئی ان کا شدید محاصرہ کیا۔ اولاً خیال تو یہ تھا کہ محاصرہ طول نہ کھینچ سکے گا جلد ہی ان کے راشن پانی کے ذخائر ختم ہو جائیں گے۔ بھوک پیاس انہیں ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیں گے۔ لیکن محاصرہ طویل ہو گیا۔ مسلمانوں کو یقین تھا کہ پانی کا جو ذخیرہ ان کے پاس ہے ضرور بہت پہلے ختم ہو گیا ہے۔ مگر بارشی پانی کا نالا‘ قلعہ کے اندر داخل ہوتا تھا۔ اور وہ بارشی پانی کا ذخیرہ اندرونِ شہر ہی میں تھا۔

بالآخر شہریوں میں سے کسی ایک نے غمازی کی‘ تو مسلمانوں نے خفیہ نالا منقطع کر دیا۔ جب پانی اندر نہ پہنچا‘ تو محصورین کو پیاس نے ستایا۔ حتیٰ کہ پیاس سے زبانیں لٹک گئیں۔ ان حالات سے چھٹکارا پانے

کے لئے کوئی چارہ کار نہ رہا۔ پھر صلح کیلئے ہتھیار ڈال دیے سندھی ہیرو کے حکم پر وہ نیچے اتر آئے۔ لڑنے والوں کو ہلاک کیا' بچوں کو گرفتار کیا' عظیم بودھ کے نگرانوں کو قیدی بنایا' وہ چھے ہزار تھے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

بڑے بت کی پوجا گاہ کے بالا خانوں میں فاتحین داخل ہوئے تو انہیں وہاں بہت سا سونا ملا' جو قدیم بودھ کے زائرین نے وہاں رکھا ہوا تھا۔ سالوں گزرنے کی وجہ سے سونے کے اوپر نیچے تہ بہ تہ' ڈھیر لگے ہوئے تھے۔

سندھی ہیرو نے حکم دیا کہ یہ سونا ایک کمرے میں جمع کیا جائے۔ اس کمرے کا طول قریباً پندرہ فٹ اور عرض بارہ فٹ تھا۔ روشندان میں سے وہ سارا کمرے میں ڈال دیا گیا اسی وجہ سے ملتان کا نام ''سونے کا خزانہ'' رکھا گیا۔ تاکہ دیگر محاذوں سے اس کا امتیاز قائم رہے۔

ملتان پر فتح پانے' سونے کے خزانہ پر قبضہ کرنے کے بعد تھوڑے ہی

دنوں بعد ایک صبح مسلمانوں کے سفینوں میں سے ایک سفینہ ہواؤں کے دوش پر اپنے بادبان لہراتا ہوا۔ بحر ہند کے پانیوں میں پتوار چلاتا ہوا' بحر فارس کا رخ کیے ہوئے چلا جا رہا تھا۔ تاکہ بے بہا مال و دولت کا بوجھ' بصرہ کی سرحد پر پہنچائے' جہاں امیرِ عراق حجاج بن یوسف رہائش پذیر تھا۔

حجاج نے وہ سب کچھ دیکھا جو محمد بن قاسم نے ملتان کی سرحد سے اس کی طرف بھیجا تھا۔ سامان کی کل مالیت ایک لاکھ بیس ہزار درہم تھی۔ حجاج نے خوب غور کیا کہ سندھ و ملتان فتح پانے تک ساٹھ ہزار درہم کا خرچ اٹھا تھا۔ اور کہا: ہم نے ساٹھ ہزار درہم نفع بھی کمایا ہے ہم نے اپنا بدلہ بھی لے لیا ہے داہر کا سر بھی لیا ہے۔

☆☆☆

سندھ سے تحائف

سقوطِ ملتان کے بعد ۸۹ھ میں محمد بن قاسم تمام سندھ کا امیر مقرر ہوا کوئی مزاحمت کرنے والا باقی نہ رہا کسی کی بادشاہت قائم نہ رہ سکی امورِ مملکت کے فرمان اسی کی زبان سے جاری ہوتے۔ علاوہ ایک شہر کیرج کے جس کا بادشاہ ڈوہرا تھا۔ صرف یہ شہر عرب فاتحین کی حکومت سے باہر تھا۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے سندھی ہیرو کے مقدر میں یہ لکھ دیا تھا کہ اب کچھ سکون حاصل ہو پورے سندھ کی باگ ڈور سنبھالنے پر ان پر پانچ سالوں (۹۵-۸۹ھ) میں کچھ راحتیں نصیب ہوں۔

فتح اس کے مقدر ہوئی امارت اس کے حصے میں آئی۔ موت سے بے خوف ہیرو کے ہاتھ میں مال و دولت تیزی سے سمٹ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر اور مسلمانوں پر دولت کو نچھاور کر دیا۔ جس دولت کو لوٹنے

میں بادشاہ ظلم وجور کرتے ہیں۔ وہی دولت کے خزانے اس کے لئے خود بخود مفتوح ہوگئے۔ کاہنوں نے اس دولت کے تہ بہ تہ ڈھیر برسوں سے لگا رکھے تھے۔ سندھ کے وہ دفینے' امام المسلمین کیلئے کھل گئے یہ تاریخ کی ایک یادگار حقیت ہے۔

ابن قاسم نے سندھ میں دارالامارۃ کے دروازے کھلے رکھے تھے جہاں آنیوالے وفود کا استقبال ہوتا' مہمانوں کی ضیافت ہوتی' سخاوت سے لوگوں کو نوازا جاتا۔ قبیلہ بنوثقیف کے افراد سے فطری طور پر جودو سخا ٹپکتی تھی۔ انہوں نے دیکھا تھا کہ حجاج بلاحساب عطا کرتا ہے۔

مورخین نے لکھا ہے: کہ حجاج ماہِ رمضان میں ایک ہزار دسترخوان لگواتا تھا۔ دیگر ایام میں پانصد دسترخوان سجے رہتے تھے۔ ہر دسترخوان پر دس افراد کھانا کھاتے تھے۔ بنوثقیف کی سخاوت واضح ہونے پر سندھی ہیرو بھی اپنی اصلیت پر پورے اترے۔ انہیں کی روش اختیار کی' عطیات اتنے دیے کہ شعراء نے اس کی مدح میں قصیدے

کہے۔

جیسا کہ جنگی معرکوں میں' مصائب برداشت کرنے پر مراحلِ دشوار گزار میں پامردی کے جوہر دکھانے پر شعراء نے قصیدہ گوئی کی۔

ابوالجویریہ شاعر یوں مدح سرا ہے۔

قل للذين بواسط و بغيرها ممن مسائله ترد و تنجح

السند ! انت السند ان اميرها بحر يطم على الحفاة و يطفح

مازال يعطى قاعدا او قائما حتى حسبت ابا عقيل يمزح

ترجمہ: واسط شہر اور دیگر علاقوں کے باشندوں میں اعلانِ عام کردو کہ جن کے مسائل حل نہیں ہو رہے ہیں وہ سن لیں کہ اب سندھ فتح ہو چکا ہے۔ لہذا امیرِ سندھ کے پاس آؤ' وہ ایسا موجزن سمندر ہے۔ جو آرزو مندوں کے جام لبریز کر دیتا ہے۔ ہر بیٹھے اور کھڑے کو ہمیشہ اتنا نوازتا ہے کہ گمان ہونے لگتا ہے۔ شاید عطیات کا مزاح ہو رہا ہے۔

ہر حالت میں ہر کھڑے پڑے پر نوازشات کرتا ہی رہتا ہے۔ جیسا

کہ ہرم بن سنان دورِ جاہلیت میں مختلف احوال میں عطیات کی بارش جاری رکھتا تھا۔ شاعر ابوالجویریہ اپنے ان اشعار میں عراقی شہر واسط (جسے حجاج نے تعمیر کیا تھا) کے باشندوں اور دیگر شہروں کے باسیوں کو برانگیختہ کرتا ہے کہ سندھی ہیرو' امیر سندھ محمد بن قاسم کے پاس آؤ وہ بخششوں اور عنایات کا بحرِ تلاطم خیز ہے۔ ہر حاجتمند اور طالبِ خیر اس سے فیض پاتا ہے۔

گردشِ زمانہ اس کے عطیات پر اثر انداز نہیں ہو سکتی بلکہ کثرت عنایات سے یوں محسوس ہوا کہ شاید مذاق کر رہا ہے۔ یقین کرنا محال ہو رہا تھا۔ شعراء اور ضرورتمندوں کیلئے سندھی ہیرو کے عطیات کی زیادہ خبریں ہمیں نہ مل سکیں۔ جن سے ضمیر مطمئن ہو۔ بے شک اس شخصیت کی ایسی خبریں شاذ و نادر ہیں اور الٹ پلٹ دی گئی ہیں۔ جیسا کہ ابھی ذکر ہوا۔

مختصر یہ کہ: اس ہیرو کی جود وسخا کے بارے میں غور ہی نہیں کیا گیا۔

جیسا کہ اس کی شجاعت و بسالت کی تعریف شعراء نے کی ہے۔ اس سے نہ اس کی فضیلت بلند ہوتی ہے نہ اس کا صلہ دیا جا سکتا ہے۔ اس کے ہم عصر شعراء کے سر' اس کا قرض تھا کہ اس کی طویل مدح کرتے' اس کی عظیم الشان فتوحات پر خوب کلام کہتے۔ اس کے بارے میں مورخین کا بھی اتنا ہی حصہ ہے جتنا کہ شعراء کا یعنی اس کے ذکر سے بخل۔

تاریخی اعتبار سے اس کی سیرت و کردار بہت مدھم ہے۔ شعراء کے اشعار ان سے بھی زیادہ بخیل واقع ہوئے ہیں۔ سندھی ہیرو کے عطیات کی بہت عجیب و غریب خبر ہم نے پڑھی ہے جسے ابونعمان انطا کی نے ذکر کیا ہے۔ اس نے کہا: (انطاکیہ اور مصیصہ کے درمیان درندوں کا علاقہ تھا۔ وہاں شیر لوگوں کے درپے آزار ہوتے تھے۔ جب ولید بن عبدالملک کے سامنے اس کی شکایت کی گئی تو چار ہزار بھینسے اور بھینسیں وہاں بھیجے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی بدولت فائدہ پہنچایا۔ محمد بن قاسم ان دنوں حجاج

کی طرف سے سندھ کا حکمران تھا۔ اسی نے یہ ہزاروں بھینسیں وہاں بھیجی تھیں۔ انہی ہزاروں میں سے حجاج نے چار ہزار ولید کو بھیجی تھیں) ابن قاسم ہزاروں بھینسیں، سندھ سے حجاج کی طرف روانہ کرتا رہتا تھا۔ حجاج نے درندوں کے علاقے میں چار ہزار روانہ کیں وہی درندوں کی زمین بالآخر زراعت کے کام آئی۔ بہترین پھلوں کی پیداوار دینے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے اس جنگل کے خوف کو امن میں بدل دیا۔

سندھی ہیرو کے تحائف بھیجنے کے واقعات بھی ویسے ہی اجنبی رہے جیسے اس کی فتوحات کے معرکے خاموش ہیں۔ ایک مرتبہ بلاد سندھ سے ایک ہاتھی حجاج کو تحفہ میں بھیجا۔ یہ بحری بیڑے میں سوار کر کے بھیجا گیا جس گھاٹ سے اسے نکالا گیا اس کا نام اسی وقت سے ''شرعۃ الفیل'' ہاتھی گھاٹ رکھا گیا۔

تیسری مرتبہ ہم سندھی ہیرو کو دیکھتے ہیں کہ حجاج کو سرزمین سندھ سے

ناریل کے تحائف بھیج رہا ہے۔ سندھی جاٹوں کا قافلہ انہیں لے کے جاتا ہے۔ جو شام میں حجاج کے پاس پہنچتا ہے۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک انہیں انطاکیہ منتقل کرنے کا حکم دیتا ہے۔

درحقیقت سندھی ہیرو کے تحائف بہت بوجھل' عظیم ضخامت والے جن کا ترازو میں وزن بہت تھا۔ دیگر راجوں کے ہلکے پھلکے تحائف ان قیمتی تحائف کا کیا مقابلہ کر سکتے تھے؟

☆☆☆

جدید حادثہ

محمد بن قاسم ملتان کے دارالحکومت میں تھا کہ عراقی ڈاکیا امیر عراق کی خبر وفات لایا یعنی حجاج بن یوسف کی۔ وہ ہمارے ہیرو کا عم زاد بھائی تھا۔ سخت جنگوں کے لئے اسے پیش قدمی کی مشقیں کروانے والا تھا۔

یہ ہیرو غم زدہ بیٹھ کر عراقی ہرکارے کی زبانی امیر عراق کی وفات کی خبر بڑے غور سے سنتا رہا۔ جس نے عراق کی شورشوں کو ٹھنڈا کیا وہ قوانین نافذ کیے جن سے وہاں کے مکینوں کو قرار نصیب ہوا۔ کسی نے یہ بھی بیان کیا ہے: ہمارے ہیرو کے روتے روتے اس کے گلے میں پھندا لگ گیا کیونکہ اس پر حجاج کے احسانات بہت تھے۔

خبر رساں مزید بیان کرتا ہے: اے امیرِ سندھ! جب آپ کے عم زاد بھائی کا وقت اجل آ پہنچا تو اسے یقین ہو گیا کہ وہ اس راہ پر کوچ کرنے

والا ہے جہاں سے کبھی کوئی پلٹ کے نہیں آیا۔ اس نے کہا: مجھے تکیہ دو لوگوں کو اندر آنے کے اجازت دی وہ اندر آئے۔

موت اور اس کی تکالیف قبر اور اس کی وحشت' دنیا اور اس کا زوال آخرت اور اس کی ہولنا کیوں کے تذکرے ہونے لگے۔ اس نے یہ شعر گنگنائے۔

ان ذنبی وزن السموات والار ض وظنی بخالقی ان یجابی

فلئن من بالرضا فھو ظنی ولئن مر بالکتاب عذابی

لم یکن ذاک منه ظلما و ھل یظ لم رب یرجی لحسن المآب؟

ترجمہ: بے شک میرے گناہ زمین و آسمان کے برابر ہیں پھر بھی اپنے خالق سے میرا حسن ظن یہ ہے کہ وہ میری التجا ضرور قبول کرے گا۔ اگر اس نے اپنی رضا کا مجھ پر احسان کیا تو یہ میرا یقین ہے۔ اگر نوشتہ تقدیر والا معاملہ کیا تو میری سزا ہوگی۔ جس پروردگار سے بہترین انجام کی امیدیں وابستہ کی جائیں کیا وہ ظلم کرتا ہے؟

جواں سال ہیرو نے اپنے آنسوؤں کو ضبط کیا۔ قریب تھا کہ وہ آنکھوں سے چھلک آئیں۔ پھر کہا: اے میرے عم زاد حجاج! خدا تجھ پر رحم کرے۔ اے امیرِ عراق! بے شک تیرے رب کی رحمت بہت وسیع ہے۔ یقیناً میں نے بخارا سے سمرقند تک اور فرغانہ سے لے کر سندھ تک جن جن علاقوں پر فتح پائی یہ حجاج تیری تدبیر' تیری رائے' تیرے تعاون کا نتیجہ ہے۔

تو ضرور گواہی دیتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔ اے میرے عم زاد! تو نے منارۂ اسلام کو سربلندی عطا کی۔ تو نے ان علاقوں میں اللہ کے دین کیلئے مسجدیں تعمیر کروائیں۔

میرا وجود قتیبہ' مہلب' آپ کے وہ آلات ہیں جنہوں نے آپ کی تدبیر کو نافذ کیا۔ تیرے نقش قدم پر چلے تیری اصابت رائے کی پیروی کی۔ مجاہد سالار لشکر عظیم فاتح قتیبہ بن مسلم نے تیری درست رائے کو قبول کیا تھا۔ جب اس کا بھائی صالح بن مسلم' عساکر اسلام کا جانشین

ہوا تو آپ نے اسے ملامت کے انداز میں تبصرہ کرتے ہوئے اسے لکھا تھا: جب تو جنگ لڑے تو لوگوں کے آگے آگے چلنا' جب واپس آئے تو لوگوں کے پیچھے پیچھے رہنا۔

حجاج کی خبر وفات جب سندھ میں مسلمان افواج تک پہنچی تو انہوں نے "انا للہ و انا الیہ راجعون" پڑھا۔ انہوں نے مل کر فیصلہ کیا کہ اپنے سپہ سالار' سندھی ہیرو کا تعاون جاری رکھیں گے اور منزل مقصود تک پہنچنے میں اس کی بھرپور مدد کرتے رہیں گے۔ حتی کہ سب علاقے اسلامی سلطنت کے مطیع فرمان ہو جائیں۔

سندھی ہیرو کے دل میں اپنے عم زاد کی وفات کے بعد اپنے مرکز امارت کا ذرا سا خوف و اضطراب لاحق ہوا۔ جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں کہ یہ ہیرو اس کا پروردہ تھا' اسی کے ہاتھوں کا کرشمہ تھا۔ مگر یہ ہیرو اپنے دل سے اسباب قلق کو جھٹک رہا تھا۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک' جو نہایت زیرک' صاحب حیثیت' شخصیت

تھا' مردانِ کار کا بہت قدر دان تھا۔ کسی گورنر کا مرتبہ اس کی نگاہوں میں کم نہ تھا۔ کسی بہادر کی فتح اس کے نام سے جدا تصور نہ ہوتی تھی۔ جو اموی خلفاء کیلئے حاصل کی جاتی تھی۔

ولید نے بذاتِ خود سندھی ہیرو کے جہاد کو خوب آزمایا تھا۔ اس کی حربی مہارت کو جان چکا تھا۔ اس کے اخلاص خدمت کو عین الیقین تک پہچان گیا تھا۔ تو پھر کس وجہ سے ابن قاسم کو اپنے مرکز کا خدشہ ہو سکتا تھا' کس بنیاد پر ایسے وسوسے اس کے دل میں داخل ہو سکتے تھے؟

کیا جواں سال ہیرو جنگ سے فارغ بیٹھ کر انتظار کرتا رہتا جہاد سے رکا رہتا؟ کہ اموی خلیفہ کی طرف سے نیا پروانہ تقرریوں وصول ہو کہ وفات حجاج کے بعد' آپ کی امارت سندھ اسی طرح جاری ہے؟ نہیں! وہ ایسی گھبراہٹ سے کہیں بلند تر تھا۔ وہ تو حقیقت میں لشکرِ اسلام کا ایک سپاہی تھا۔ اللہ تعالیٰ سے فرمانبرداری کا عہد کر چکا تھا۔ جہاد کا عزم لئے ہوئے تھا۔ اسے اس بات کی پروا تک نہ تھی کہ قائد بنے یا تابع

سردار بنے یا اطاعت گزار۔

کیا تاریخ اسلام میں خالد بن ولیدؓ کی اطاعت شعاری کا نمونہ موجود نہ تھا؟ جب عمر بن خطابؓ خلیفہ بنے' تو خالد کو لشکرِ اسلام کی سپہ سالاری سے سرحد شام میں معزولی کا حکم لکھ بھیجا اس کی جگہ ابن الجراح کو مقرر کر دیا۔

خالد نے خط وصول کر کے چپکے سے ابن جراح کو تھما دیا۔ لشکریان اسلام کو خبر تک نہ ہونے دی کہ کہیں ان کی قوت کمزور نہ پڑ جائے ان کی صفوں میں تفریق پیدا نہ ہو' معرکہ جاری رہا حتیٰ کہ فتح و نصرت نے مسلمانوں کے قدم چومے۔ حضرت عمرؓ کا خط ان کے سپرد کیا قیادت ان کے حوالے کی خود لشکر اسلام کے عام سپاہی کے مقام پر نئے کمانڈر کے تحت کام کیا۔

اسی طرح سندھی ہیرو کو بھی کوئی پروانہ تھی کہ آیا اپنے منصب پر قائم و برقرار رہیں گے یا معزول کر دیے جائیں گے؟ یہی سوچا کہ جب تک

اللہ نے صبر کرنے والے مجاہدین کا مقدر لکھا ہے وہ جہاد کو منطقی نتائج تک پہنچا کے دم لیں گے۔

یہ ہیرو اپنے لشکر کی معیت میں روہڑی شہر پہنچا پھر بغرور واپس آیا۔ یہ دونوں شہر پہلے ہی مفتوح ہو چکے تھے۔ لوگوں کو عطیات سے نوازا۔ ان کی شکایات سنیں۔ ان کے باشندوں کے لئے عدل وانصاف کے امور انجام دیے۔

پھر یہاں سے شہر بیلمان کا رخ کیا۔ وہاں کے شہریوں نے مقابلہ نہ کیا کیونکہ مسلمانوں کی فوج غالب تھی۔ ابن قاسم نے انہیں اطاعت کے بدلے میں امان دی۔ پھر سرشت کی سرحد پر پہنچا۔ وہ اہل بصرہ کا جنگی مرکز تھا۔ وہاں بحری قزاقوں اور مسافروں کی چوری کرنے والوں کے چرچے تھے۔ جیسے دیبل شہر والے تھے۔

انہوں نے بھی امان طلب کی' اس شرط پر امان دی گئی کہ سمندر میں ڈاکے نہ ڈالیں گے کسی سوار کو تنگ نہ کریں گے' سبحان اللہ! یہ ڈاکو بحر

ہند کے کناروں پر پھیلے ہوئے تھے راہ چلتے مسافروں کو خوفزدہ کرتے صبح وشام آنے جانے والے جہازوں کو لوٹتے کوئی سواران کی دست برد سے باہر نہ تھا' کوئی راہی محفوظ نہ تھا۔

حتی کہ راجہ داہر نے اس کا بات خود اعتراف کیا تھا' جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ واقعی اس کی ان پر کوئی حکومت نہ تھی' نہ وہ اسے تسلیم کرتے تھے۔ اب وہاں ایک عربی جوان' مسلم شہسوار آتا ہے جس کی عمر سترہ برس یا کچھ زائد ہے۔ وہ خوف و ہراس کی جگہ امن وسکون قائم کرتا ہے۔ باغیوں اور بحری ڈاکوؤں کو سبق سکھاتا ہے۔ بحر ہند کے ساحلوں کو امن وسلامتی بخشتا ہے۔ آج کے بعد کسی سوار یا سفینے پر کوئی لوٹ مار کی خبر نہ سنی گئی۔

سندھی ہیرو کے اقتدار سے باہر صرف کیرج شہر باقی رہ گیا تھا نیز اس کا راجہ ڈوہرا۔ یہ راجہ شہرت وحکومت کے لحاظ سے راجہ داہر سے کم نہ تھا۔ بالآخر محمد بن قاسم غازی بن کے اس شہر آیا۔ مسلمانوں کی حکومت

کے پہلو میں اس کی بادشاہی کی شان وشوکت باقی نہ رہی تھی۔

راجہ ڈوہرا اپنے ہزاروں لشکریوں کے ہمراہ نکلا جو بڑے بڑے ہاتھیوں پر سوار تھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ بڑے بھاری بادلوں کے دل ہیں۔اڑتی ہوئی گردوغبار سے فضا آلودہوئی۔اگر گھوڑے اور ہاتھی اسے چارہ سمجھ کر اس پر ٹوٹ پڑتے تو ممکن تھا۔سیاہ اڑتی ہوئی دھول کے اندر سے تلواریں یوں چمکتی دکھائی دیتی تھیں جیسے گھپ اندھیری رات میں ستارے جھلملاتے ہیں۔

مسلمان سابقہ روایات کے مطابق نہایت بے جگری سے لڑے' وہ مشکلات میں گھس جانے کے پہلے ہی عادی تھے۔دشمن نے شکست کھائی ڈوہرا اپنی جان بچانے کے لئے اپنے لشکر کی اوٹ میں فرار ہوا۔مگر مسلمانوں کی تلواروں نے اسے جائے فرار پر ہی جالیا۔یہ وہی داہر کے خلاف خون آشام تلواریں تھیں جنہوں نے اسے پناہ اور فرار کی کوئی مہلت نہ دی تھی۔کیرج شہر کا راجہ ڈوہرا بھی راجہ داہر کی طرح

قتل ہوا۔

یہاں ایک شاعر کے دل میں بہادری نے کروٹ لی۔ وہ رجزیہ شعر پیش کرنے لگا۔ وہ اس فتح مبین اور کھلی کامیابی پر اترانے لگا۔

نحن قتلنا ذاهرا و دوهرا والخيل تردى منسرا فمنسرا

ترجمہ: ہم نے داہر اور ڈوہرا کو قتل کیا' اس وقت گھوڑوں کی ٹولیاں خوشی کے ناچ ناچتی تھیں۔

۹۵ھ خیر و شر کو سمیٹے گزر گیا۔ بیماری کے بعد حجاج کی وفات کے ساتھ یہ سال بیت گیا کہا جاتا ہے کہ اس سال قتیبہ بن مسلم کی فتوحات بھی ہوئیں ابن مسلم نے ارض بکمشاہان یا بلاد شاش میں دور تک دوڑ لگائی۔ یہ سال سندھی ہیرو کی فتوحات بیلمان سرشت' کیرج اور قتل ڈوہرا کے واقعات لئے گزرا۔ ۹۶ھ کا سال اس حال میں شروع ہوا کہ لوگ اس سے بے خبر تھے۔ کیونکہ زمانے کی راتیں حاملہ ہوتی ہیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا جنم دیں گے۔ اللہ وحدہٗ جانتا ہے کہ ارحام میں کیا

ہے؟

وہی غیب کے پردوں میں حقائق کو جانتا ہے وہی سینوں کے سربستہ رازوں سے واقف ہوتا ہے۔ ۹۶ھ کا سال آیا اس کے ابتدائی مہینے سندھی ہیرو کیلئے یوں گزرے یہاں غزوات' وہاں حملے جدید مفتوحہ علاقوں کا استحکام' کیونکہ ان کے قبول اسلام کا زمانہ ابھی بالکل تازہ تھا۔ ابھی وہ سندھ میں اپنی فوجی چھاؤنیاں تیار کرنے میں مصروف تھا۔ جمادی الاخری کی ایک رات آدھی بسر ہوئی تھی کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کی خبرِ وفات آ پہنچی۔ سندھی ہیرو یہ خبر سن کے گھبرایا۔

کیونکہ اس کے عم زاد حجاج' امیر عراق کی وفات کے بعد' خلیفہ نے اسے سندھی حکومت پر برقرار رکھا تھا۔ ولید بن عبدالملک بنوثقیف کا محسن تھا۔ ان پر مشفق و مہربان تھا۔ بنوثقیف میں سے حجاج کا گھرانہ خاص طور پر زیر احسان تھا۔ ہم کچھ ان احسانات کے اسباب کو معلوم کریں گے جو خاندان حجاج پر عموماً اور حجاج پر خصوصاً ولید نے کئے

تھے۔

وفاتِ ولید اس لائق تھی کہ لوگ اس پر غم زدہ ہوں پریشان ہوں۔ اس کے زمانے میں جہاد کا بازار گرم رہا تھا۔ جبکہ اس کے آباء واجداد کے زمانے' جہادی سرگرمیوں سے سرد تھے۔ اس کے عہد میں لوگوں کا مشغلہ جہاد اور فتح تھا۔ عمارات کے چرچے تھے۔

اس کے دورِ خلافت میں مسلمان ایک دوسرے سے' غزوات و فتوحات اور تعمیرات کی خبریں پوچھا کرتے تھے۔ اب وقت اس کے جانشین' اس کے بھائی سلیمان بن عبدالملک کا آیا۔ اس کے دور میں لوگ ملاقاتوں میں ایک دوسرے سے کھانوں کے رنگ اور اقسام اور انواعِ طعام پوچھا کرتے تھے۔ کیونکہ سلیمان کو طرح طرح کے کھانے پسند تھے۔ لوگ عموماً اپنے بادشاہوں کے طور طریقوں پر چلتے ہیں۔

حق بات یہ ہے کہ ولید بن عبدالملک کے دور میں مسلمان فوجوں نے وہ کچھ کر دکھایا جو عمرؓ بن خطاب کے دورِ خلافت میں فاتح فوجوں نے

کیا۔ اس کے عہد میں مشرق سے لے کر مغرب تک' بحر و بر میں کلمۂ اسلام سر بلند ہوا۔ حتی کہ اقوامِ عالم' ملوک دنیا کے دلوں میں اسلام کا رعب داب بیٹھ گیا۔

وہ سکون کی نیند نہ سوتے تھے' غم سے صحت گنوا بیٹھے تھے۔ مسلمانوں کے لشکر خوابوں میں ان کو پریشان کرتے تھے۔ جب بیدار ہوتے تو اسلامی فوجیں اپنی تلواریں سونتے انہیں دکھائی دیتیں۔ انہیں فتح کی راہوں میں کھینچ لاتیں۔ وہ جس جنگ میں کودیں' فتح ان کا مقدر بن گئی۔ جس شہر میں وارد ہوتے کامیابی ان کا استقبال کرتی۔

جس صوبے کا رخ کیا اسے حاصل کر کے چھوڑا۔ ان کے لشکر میں صالحین' اولیاء' علماء' فرمانبردار' اللہ کے سچے وعدوں پر ایمان رکھنے والے موجود تھے۔

دوسری طرف قتیبہ بن مسلم ترک علاقے فتح کرتا جارہا ہے وہ چین کی سرحدوں تک پہنچ رہا ہے حتی کہ چینی بادشاہ خوفزدہ ہو کر' اسے تحائف اور

مال کثیر بھیجتا ہے۔ باوجود قوت رکھنے کے لشکر عظیم کے ہوتے ہوئے بھی وہ اسے راضی کرنے' خوش رکھنے کی سرتوڑ کوشش کرتا ہے۔

تیسری طرف مسلمہ بن عبدالملک' خلیفہ ولید بن عبدالملک کا بھائی' بلادِ روم کی جستجو میں نکلتا ہے۔ وہ شامی فوجوں کے ہم رکاب جہاد کرتا ہے۔ قسطنطنیہ تک پہنچ جاتا ہے۔ وہاں مسجد تعمیر کرتا ہے۔ جسے بندۂ مومن جو خدا پر' آخرت پر ایمان رکھنے والا ہی آباد کرتا ہے۔

مسلمانوں کے رعب سے فرنگیوں کے دل ڈوبنے لگتے ہیں۔

چوتھی جانب موسیٰ بن نصیر مغرب (ممالک یورپ) میں جہاد کرتا ہے۔ تمام مراحل جنگ میں اسلام کی نشر و اشاعت کرتا ہے۔ اس کے سپاہی بحرِ متوسط (بحر روم) کے جزائر میں سے ایک جزیرہ میورقہ میں لڑائی لڑتے ہیں۔ اس کے فوجی طنجہ تک پہنچ جاتے ہیں۔

یہیں سے اندلس پر عربی فتح کی کہانی شروع ہوتی ہے جو طارق بن زیاد کے ہاتھوں فتح ہوتا ہے۔

محمد بن قاسم بذاتِ خود سندھ کی گہرائیوں' اس کے اطراف و جوانب کی سرحدات تک پہنچتا ہے۔ وہاں سے اصنام و اوثان کی حکومتوں کا خاتمہ کرتا ہے۔ وہاں اللہ وحدہٗ کے کلمہ کا راج قائم کرتا ہے۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک کی موت پر' محمد بن قاسم کی گھبراہٹ کے اسباب' آئندہ صفحات میں ملاحظہ ہوں۔

☆☆☆

وفاتِ ولید کے بعد

۹۶ ھ میں خلیفہ ولید بن عبدالملک نے وفات پائی اس کا پہلے ذکر ہوا۔ وفات خلیفہ کی ٹھیس، محمد بن قاسم کے دل کو ایسی شدید لگی کہ اتنا صدمہ اپنے عم زاد، حجاج کی وفات کا نہ ہوا، جو امیر عراق تھا۔ وہ یہ ظلم نہ کرتا تھا کہ حکمران صرف امیر المومنین کے رشتہ دار ہی ہوں۔

خلیفہ ہمیشہ ابن قاسم سے خوش رہا۔ اسے یقین تھا کہ اس کا عمل پائیدار ہے۔ قبل ازیں حجاج اگرچہ انتقال کر چکا تھا جو ابن قاسم کا بہت بڑا سہارا تھا۔ مگر خلیفہ اس جواں سال مجاہد، اس کے خاندن بنو ثقیف کے لئے اس سے بھی عظیم تر سہارا تھا۔ لیکن آج یہ ستون بھی گر گیا۔

اس کی جگہ نیا خلیفہ تخت نشین ہوا۔ وہ تھا سلیمان بن عبدالملک جو حجاج سے اس کے فداکاروں سے اس کے قریبی رشتہ داروں سے چاہے وہ

رشتے دور کے ہوں یا نزدیک کے سب سے نفرت کرتا تھا۔ اس کی تمنا تھی کاش کہ حجاج' بنو ثقیف سے تنہا کہیں مل جائے! تو اس کی ناک کاٹ دے۔

کیا اس کراہت و عداوت نے خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کو یہ خوشی دیکھنے کا موقعہ فراہم کیا؟ وہ حجاج تو اس کے حصول اقتدار سے پہلے ہی اپنے رب کی طرف کوچ کر چکا تھا۔ خلیفہ کی عداوت، خاندانِ حجاج کے ہر فرد سے تھی۔

اس سوالِ عداوت کا جواب وقفوں وقفوں کے بعد لازماً مل جاتا ہے۔ اموی خلیفہ مروان سے لے کر عبدالملک، ولید، سلیمان، ان تمام کے ادوار، اس قضیے کی چابی ہیں جنہیں ہم تلاش کر رہے ہیں کہ آخر کیوں سندھی ہیرو کو مصائب میں ڈالا گیا؟ حقیقتاً یہ بہادر ہر باطل کے آگے ڈٹ جانے والا تھا۔ اس جیسا کسی نے دیکھا ہی نہ تھا۔

اموی خلافت کا چوتھا خلیفہ مروان بن حکم تھا۔ اپنے عہد ہی میں اس

نے پہلے اپنے بیٹے عبدالملک کی حکومت مقرر کی اس کے بعد دوسرے بیٹے عبدالعزیز کی۔ ۸۵ھ میں عبدالملک کی وفات ہوئی۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل، اس نے اپنے بھائی عبدلعزیز کو حکومت سے معزول و محروم کرنے کا ارادہ کیا تا کہ اس بھائی کے بجائے اس کا بیٹا ولید بن عبدالملک خلیفہ بنے۔

عبدالملک نے یہ فیصلہ کرنے سے پہلے مشاورت کی ہر ایک نے اپنی اپنی رائے دی۔

بالآخر اپنے خاص مقربین میں سے دو صاحب مرتبہ مشیروں سے مشورہ کیا۔ وہ دو صاحب، i قبیصہ بن ذویب ii روح بن زنباع تھے۔ قبیصہ نے اس کام سے روکا کہ خلیفہ عبدالملک کی رحلت کے بعد اس تبدیلی کی تحسین ہو گی نہ ہی وعدہ خلافی کے الزام سے بچا جا سکے گا۔

روح بن زنباع نے خلیفہ کی تائید کر ڈالی بلکہ یہ کہتے ہوئے دلیری دی کہ بھائی کو معزول کرنے کا یہ فائدہ ہو گا کہ دو مینڈھوں کے آپس میں

سینگ نہ ٹکرائیں گے۔ خلیفہ ابھی دوٹوک فیصلہ کرنے کے بارے میں متردد تھا کہ اس کے بھائی عبدالعزیز کی خبر وفات آ گئی جسے معزول کرنے کی خاطر سازش ہو رہی تھی۔

خلیفہ عبدالملک نے اپنے مشیر روح سے خوش ہو کر کہا: اے ابوزرعہ! جس مسئلے پر میرا اور آپ کا اتفاق ہوا تھا جس کے حل کرنے میں مشکل پیش آ رہی تھی، اسے اللہ تعالیٰ نے خود حل کر دیا ہے۔

اب دیکھئے جس الجھن نے عبدالملک کے دل کو مضطرب کیا ہوا تھا، اسے موت نے حل کر دیا ہے۔ اسے ملک الموت کے ہاتھوں اپنے بھائی سے نجات ملی اور راحت پائی۔ پھر اس نے اپنے دونوں بیٹوں کے لئے خلافت کا عہد لیا۔ پہلے ولید کیلئے پھر اس کے بعد سلیمان کیلئے۔

ان دونوں کے لئے بیعت نامہ لکھوا کر مختلف شہروں میں بھیجا۔ سب لوگوں نے بیعت کر لی، سوائے سعید بن مسیّب کے وہ باز رہے۔ جس

طرح ہم ذکر کر رہے ہیں اس میں ذرا کمی و بیشی نہیں ہے۔

اپنے باپ عبدالملک کی وفات کے بعد' خلافت کا منصب ولید کے پاس آتا ہے۔ اس نے بھی وہی چاہا جو اس کے باپ نے چاہا تھا۔ کہ اپنے بھائی سلیمان کو عہد خلافت سے معزول کرے۔ اس کی جگہ اپنے بیٹے عبدالعزیز بن ولید کو مقرر کرے۔ یوں خلافت بیچاری بھائیوں کے بجائے بیٹوں کو منتقل ہوتی رہی۔

ولید نے اس بارے میں بہت کوشش کی اس کے لئے راہ ہموار کی۔ لوگوں کو اسکی طرف دعوت دی مگر اکثریت نے قبول نہ کیا۔ اس کے بھائی سلیمان کو معزول کرنا عوام کو برا محسوس ہوا۔ مگر حجاج بن یوسف ثقفی، امیر عراق اور عظیم سالار غازی قتیبہ بن مسلم بعض دیگر خواص نے حامی بھر لی۔

شعراء کی ایک جماعت بھی عبدالعزیز بن ولید کے حق خلافت کی علمبردار بن بیٹھی انہوں نے بھی لوگوں کو اس کی دعوت دی۔ کہ

چچا سلیمان کے بجائے بھتیجا زیادہ حقدار ہے۔ انہوں نے خلیفہ ولید کو، اپنے بھائی سلیمان کے معزول کرنے پر اور بیٹے عبدالعزیز کے تقرر پر اکسایا۔ انہی شعراء میں سے ایک جریر شاعر تھا، جس نے عبدالعزیز کی مدح میں قصائد کہے لوگوں کو اسکی بیعت کی دعوت دی۔ اس بارے میں مدح سرا ہے:

الی عبدالعزیز سمت عیون الر عیة ان تخیرت الدعاء

الیه دعت دواعیه اذا ما عماد الملک خرت والسماء

وقال اولو الحکومة من قریش علینا البیع اذا بلغ الغلاء

رأوا عبدالعزیز ولی عهد وما ظلموا بذلک ولا اساء وا

فزحلفها باجمعها الیه امیر المومنین اذا تشاء

فان الناس قد مدوا الیه اکفهم و قدبرح الخفاء

لو قد بایعوک ولی عهد لقام القسط واعتدل البناء

ترجمہ: ''اگر حکام کو انتخاب کرنے کا موقعہ مل جائے تو عوام الناس کی مشتاقانہ نگاہیں عبدالعزیز کی طرف اٹھ چکی ہیں۔ جب مملکت کا ستون

گر جائے تو اسباب واحوال اسی کو دعوت دیتے ہیں۔ قریشی اہل اقتدار نے کہا: کہ جب خوبیاں عروج کو پہنچیں تو بیعت کرنا ہم پر لازم ہو جاتا ہے۔ انہوں نے عبدالعزیز کو ولی عہد بنانے کی رائے دی ہے کوئی ظلم کیا نہ کوئی برا کام۔

اے امیر المومنین! تو جب چاہے تمام اختیارات اس کے حوالے کر دے۔ لوگوں نے اپنے ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیے ہیں۔ اب مخفی راز کھل کر سامنے آ چکا ہے۔ اگر لوگ تیرے ولی عہد کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے تو عدل وانصاف کی بنیاد مضبوط ہو جائیگی۔"

عبدالعزیز بن ولید کے حق میں مسئلہ خلافت اٹھنے سے پہلے ہی جریر شاعر اس کا دوست تھا۔ اس سے قیمتی تحائف اور انعامات حاصل کرتا رہتا تھا۔ عبدالعزیز نے کبھی اس کے سوال کو رد نہ کیا تھا' کبھی اس کی مراد نا کام نہ کی تھی۔ اس کے عطیات کے آثار اس پر نمایاں تھے۔ انہی نوازشات پر وہ کہتا ہے۔

الی عبدالعزیز شکوت جهدا — من البیضاء او زمن القتاد

سنین مع الجراد تعرقتنا — فما تبقی السنون مع الجراد

ولولا فضل نائله علینا — لما احی بنی ولا تلادی

سنشکر من له اثر علینا — کآثار الولی علی الجهاد

ترجمہ: ''میں نے عبدالعزیز کے پاس قحط سالی اور سخت دور کا شکوہ کیا۔ کہ ٹڈی دل کی وجہ سے خشک سالی نے ہمیں گھیر رکھا ہے۔ کیا اسی ٹڈی دل کے ساتھ ہی باقی سال بیت جائیں گے؟ اگر اس کے عطیات کا ہم پر کرم نہ ہوتا تو میری اولاد اور موروثی مال سلامت نہ رہتے۔ ہم اس کے شکرگزار ہیں اس کی کرم نوازیوں کے آثار ہم پر یوں نمایاں ہیں جیسے اس کے ولی عہد بن جانے کے آثار نظر آ رہے ہیں۔

جب عبدالعزیز فوت ہوا تو جریر نے نہایت غم انگیز مرثیہ کہا جس میں سے یہ شعر ہیں:

نعوا عبدالعزیز قلت هذا — جلیل الرزء والحدث الکبیر

فبتنا لا نقر بطعم نوم ولا ليل نكابده قصير

واظلمت البلاد عليه حزنا و قلت: افارق العمر المنير

ترجمہ: ''لوگوں نے عبدالعزیز کی خبر وفات سنائی تو میں نے کہا: یہ بہت بڑا صدمہ اور حادثہء عظیم ہے ہم نے اس حال میں رات گزاری کہ نیند ذرا نہ آئی۔ کوئی قرار نہ آیا چھوٹی سی رات بھی بہت پریشانی میں گزاری۔ اس کے سوگ میں شہروں کے شہر تاریکی میں ڈوب گئے۔ میں نے کہا: کیا روشنی بکھیرنے والی عمر سچ مچ ہمیں داغِ مفارقت دے گئی ہے؟''

بعض باتدبیر خواص نے خلیفہ ولید کو اشارہ دیا کہ اپنے بھائی سلیمان کو جبر و قوت کے ذریعے معزول نہ کرے۔ بلکہ سلیمان خود پیش قدمی کر کے اپنی مرضی سے ولی عہدی کے منصب سے دستبردار ہو تو بہتر ہے خود ہی اپنے بھتیجے عبدالعزیز کی بیعت پر تیار ہو تو اچھا ہے۔

بہر کیف اس مشکل کو حل کرنا آسان کام نہ تھا۔ قوت کا استعمال یا نرمی

کی مداخلت پورے عمل کو بدمزہ کر دیتی ہے۔ یقیناً معزولی جیسا عمل ماتھے پر کلنک کا ٹکہ ہے۔ چاہے بادشاہ کی طرف سے معزولی کا حکم ہو چاہے صاحبِ حق کا از خود دستبردار ہو جانا ہو۔

بہت غور و خوض کے بعد خلیفہ ولید بن عبدالملک نے اپنے بھائی سلیمان کو خط لکھا کہ وہ ولی عہدی سے دستبردار ہونے کا قرار کر لے۔ سلیمان نے جواباً کوئی عذر پیش کر دیا یا بیماری کا بہانہ ظاہر کر دیا۔ پھر ولید نے خود اس کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ خواص کو بھی ساتھ چلنے پر آمادہ کیا تاکہ جلدی سے اس کی معزولی حاصل کرے اور اپنے بیٹے کو ولی عہد بنائے۔.......... لیکن موت.......... اس مرتبہ پھر' ولید اور اس کی تمنا کے درمیان حائل ہو گئی۔ اپنے بیٹے عبدالعزیز کیلئے ولی عہدی کی حیلہ سازی ناتمام رہ گئی۔ کیونکہ ولید فوت ہو گیا۔ اس دفعہ بھی ملک الموت کام آیا۔ اس نے ولی عہدی کی مشکل حل کر دی۔ وہ بہت سی سخت الجھنوں کو موت کے ذریعے حل کر جاتا ہے۔ کاش! لوگ

نصیحت پکڑیں ان کے کان اور آنکھیں ان بڑی عبرتوں پر کھل سکیں۔ کتنی ہی بلیغ حکمتیں ان کے سامنے گزرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿حکمة بالغة فماتغن النذر﴾ (۵۴:۵)

ایسی حکمت جو نصیحت کے مقصد کو بدرجہ اتم پورا کرتی ہے مگر تنبیہات ان پر کارگر نہیں ہوتیں۔

ولید اپنے رب کے ہاں' اپنی سب نیکی بدی لیکر پیش ہو گیا' جو اس نے اپنی ذات کیلئے کمائی تھیں۔ دنیا میں لوگوں سے کشتیاں لڑنے' اختلافات پیدا کرنے کی کہانی ختم ہوئی۔ اب اس کے بھائی سلیمان کا دور شروع ہوا۔ جس نے بطور خلیفہ جدید کے اپنی دلی نفرتوں کے بدلے لینے کا آغاز کر دیا۔

سلیمان ان لوگوں کے خلاف نہایت کینہ پرور ثابت ہوا۔ جنہوں نے اس کے بھائی ولید کی ہاں میں ہاں ملائی تھی کہ سلیمان کو معزول کر ڈالے۔ اس مہم میں سب سے زیادہ سرگرم حجاج بن یوسف ثقفی تھا۔

سلیمان تو خلافت سنبھالنے سے پہلے ہی حجاج' اس کے اہل و عیال' اس کے خواص بلکہ سارے قبیلہ ثقیف کا نام و نشان مٹانے کے لئے بے تاب تھا۔ اس لئے کہ اس نے سلیمان کی ولی عہدی کے خاتمے کی کوشش کی تھی۔

اسی طرح سلیمان بن عبدالملک' فاتح قائد قتیبہ بن مسلم سے نفرت کرتا تھا۔ کیونکہ یہ بھی حجاج کے ہمراہ' سلیمان کی معزولی اور عبدالعزیز بن ولید کی بیعت کیلئے وہاں گیا تھا۔ الغرض خلافت جب سلیمان کو ملی قتیبہ کو خطرہ لاحق ہوا۔ اس کی بیعت سے باز رہا بلکہ اس کی بغاوت پر تل گیا اطاعت قبول نہ کی۔ اس نے افواج کو بھی بغاوت پر اکسایا لیکن سلیمان نے اس پر تسلط حاصل کر لیا۔ عین لشکر کے وسط میں اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے گیارہ بھائیوں اور بھتیجوں کو بھی ساتھ ہی قتل کروا دیا۔

اسی طرح فاتح سالار' مجاہد' ابن قاسم کا بے دریغ قتل ہوا۔ اس نے تو

اللہ کی خاطر مصیبتیں برداشت کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھوں خلق کثیر کو اسلام کی دولت نصیب کی تھی۔ ان حلقہ بگوشانِ اسلام کی تعداد اور شمار کا علم صرف خداوند کریم کو ہے۔ کوئی انہیں شمار نہیں کرسکتا۔

سلیمان کی خلافت سے پہلے اگر حجاج کو جلد موت نہ آتی تو یوں اس مجاہد کا قتل ناحق نہ ہوتا۔ جیسے قتیبہ بن مسلم بھی قتل ہوا۔ حقیقت ہے کہ راہ خدا میں اس کی آزمائشوں کی سرخروئی اسلام کی راہوں میں اس کے جہاد کی کامیابی کی کوئی قدر نہ کی گئی۔

اسی وجہ سے سندھی ہیرو مادی طور پر بے آسرا ہونے پر کچھ گھبرایا۔ اسے وہ دور یاد تھا جب حجاج سلیمان کو خلافت سے دور ٹھکانے لگانے پر تلا ہوا تھا۔ مگر موت نے ولید کو اس کی تمنا کے برخلاف آدبوچا۔ اسے یہ بھی علم تھا کہ سلیمان حجاج کے اس فعل کو بھولا نہیں ہے۔ اسی وجہ سے تمام خاندانِ حجاج ناپسندیدہ ٹھہرا۔ بنو عقیل قوم حجاج بھی معتوب و مغضوب ٹھہرے بلکہ سارا ثقیف ہی قابل نفرت ہوگیا۔

جو خبریں اسے سندھ میں پہنچ رہی تھیں ان کی بنیاد پر اسے معلوم تھا کہ حجاج اس بات سے سخت پریشان تھا کہ کہیں ولید اس سے پہلے نہ مر جائے..... مبادا حجاج' سلیمان بن عبدالملک کے رحم و کرم پر جا پڑے۔ اگر اللہ تعالیٰ وفاتِ ولید سے قبل حجاج کو موت نہ دیتا تو بہت مشکل بن جاتی۔ مگر وہ اس شر سے محفوظ رہا۔ سلیمان اسے کوئی تکلیف یا سزا نہ دے سکا نہ اس کے قتل کا حکم صادر کر سکا۔ جیسے قتیبہ بن مسلم کو قتل کروا چکا تھا۔

ہاں! سندھی ہیرو' خلیفہ جدید سلیمان بن عبدالملک سے خوب آگاہ تھا۔ اس کے کینہ و بغض سے بھرے ہوئے دل کا کیا علاج کر سکتا تھا؟ اس نے بذاتِ خود سلیمان سے کوئی برائی نہ کی تھی۔ اس نے تو اس کی ولیعہدی سے معزولی کا ذرا سا اشارہ بھی ولید کو نہ کیا تھا۔ تمام عراقی فتنوں میں اس کا معمولی ہاتھ بھی نہ تھا۔ وہ تو ان سب حرکتوں سے مبرا تھا۔ قصور دوسروں کے اور سزا اسے مل رہی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہے "ولا تزر وازرۃ وزر اخری" (۷: ۳۹) کوئی دوسرے کا بوجھ نہ

اٹھائے گا۔

بے شک وہ اس سندھ کا محافظ ونگران تھا۔ جسے اس نے اپنی قوت شمشیر سے فتح کیا تھا۔ اب وہ نئے خلیفہ کے حکم کا منتظر تھا۔ وہ تو سپہ سالار تھا۔ اطاعت کرنا سیکھا تھا۔ وہ حکم عدولی سے ناواقف تھا کیونکہ حکومت کرنے شوق نہ تھا' نہ وہ حکمرانی کا حریص تھا۔

خلیفہ سلیمان سے جن احکامات کی توقع تھی وہ احکام آ پہنچے۔ قتیبہ بن مسلم کو امارت عراق وخراسان سے معزول کر دیا۔ اس کی جگہ یزید بن مہلب کو مقرر کر دیا۔ امارت خراسان کا یہ نظام دس برس تک یونہی چلتا رہا۔ پھر یزید بن مہلب کو آل حجاج کو کچلنے کا حکم دیا۔ اسی حجاج کو' جس نے یزید کو خراساں سے کسی وقت معزول کیا تھا۔

پھر سندھی ہیرو' محمد بن قاسم کو سندھ سے معزول کرنے کا حکم نافذ کر دیا۔ اس کی جگہ یزید بن ابی کبشہ کو مقرر کر دیا۔ اس مجاہد ہیرو کو صلہ جہاد کے طور پر حکم عزل نصیب ہوا۔

معزول ہیرو

اب ہم ۹۶ھ میں ہیں۔ جبکہ ابن قاسم کو امارت سندھ سے فارغ کیا گیا قبل ازیں ہم نے اس کی فتوحات کے تذکرے پڑھے تھے جو کئی سالوں پر محیط تھے۔ جن کی ابتداء ۸۹ھ ولید بن عبدالملک کے دور خلافت میں ہوئی تھی۔ اب یزید بن ابی کبشہ سندھ پہنچا۔ نہ بطور فاتح نہ بطور غازی اس کے پاس صرف ابن قاسم کی معزولی اور اپنے تقرر کا پروانہ ہے۔

مگر سندھی ہیرو اپنی عمر کے اس عنفوان شباب میں تھا۔ جس میں جواں سال لوگ اپنی ذات کی خاطر' بہت سے ذرائع و وسائل برباد کر جاتے ہیں۔ تدبرانہ زمامِ کار سے عاری ہوتے ہیں۔ مگر یہ صاحب فراست' ابن قاسم ان اوچھی تدابیر کو بالائے طاق رکھ کر' جدید حکمران کا کھلے دل

سے استقبال کرتا ہے۔ اس امیر کا استقبال کرتا ہے جو اسی کا بدل بن کر آیا ہے سندھی ہیرو کے کیا کہنے! پرسکون شخصیت کا مالک' بہادر ایسا جو حوادث شدیدہ کی پروانہ کرے۔ کسی امرِ عظیم پر نہ گھبرائے۔

نیا امیر' جلال امارت' غلبہ سلطانی کے سائے میں مگن آیا۔ جو خلیفہ سلیمان کے غرور کا نشان بن کے آیا۔ امارت کے نشے میں چور' اس ہستی کے پاس آیا۔ جس سے اب سایہ امارت ڈھل چکا تھا۔ بایں ہمہ پھر بھی بن قاسم کا شرف وفضل بدستور قائم تھا۔ وہ تو اپنے پرغرور لشکر کے جلو میں آیا۔ اس کے پاس آیا۔ جواب بڑے بڑے لشکروں سے معطل کردیا گیا تھا۔ جو اپنے وفا شعار وفدا کار حاشیہ نشینوں سے تنہا کیا جا چکا تھا۔ جس کے ہاتھ اب امر ونہی کی طاقت سے فارغ کر دیے گئے تھے۔

نئے امیر کی آمد پر ابن قاسم کے دل پر ذرا بھی حسد کا میل نہ تھا جس کی بنیاد پر کسی حملے یا غصے کا اظہار ہوتا۔ مگر آنیوالا خلیفہ کا کینہ وبغض

اپنے دل میں لے کے آیا۔ اس نے چاہا کہ شاہ سے بڑھ کر شاہ کا وفادار ہو' خلیفہ سے بڑھ کر صاحب اختیار ہو۔ سندھی ہیرو کو معزولی جیسی گھٹیا سزا اسے نوازا۔

بے شک وہ حجاج کا عمزاد تھا۔ جس کے متعلق سلیمان برسوں سے اپنے دل میں کراہت پالتا رہا تھا۔ کیونکہ اس نے ولید کو اس کی ولی عہدی سے معزولی کا مشورہ دیا تھا۔ مگر حجاج تو اب زندہ نہیں تھا۔ خیال تو یہ تھا کہ ان اسباب عداوت کو موت نے رفع دفع کر دیا ہو گا............لیکن سلیمان...... نہ صرف بنو عقیل بلکہ ساری قوم حجاج کیلئے منتقم مزاج واقع ہوا اس کی پوری قوم میں سے کسی کو بھی نہ بخشا' نہ کسی کو مستثنیٰ قرار دیا۔

سندھ کا نیا والی اسی شعوری تاثر کے ساتھ سندھ پہنچا جس سے خلیفہ سلیمان کی آتش انتقام قوم حجاج کے لئے ظاہر ہو رہی تھی۔ ہم آگے اس کے کریہہ مناظر دیکھ سکیں گے۔ جو معزول ہیرو کے ساتھ اختیار کیے

گئے۔

یزید بن ابی کبشہ نے محمد بن قاسم کو ایسی سنگدلی سے گرفتار کیا' جس کا وہ قطعاً حقدار نہ تھا۔ جس کی عربی شجاعت اس سزا کی مستوجب نہ تھی۔ جس کی فتوحات کے کارنامے عظیم الشان تھے۔ اسے زنجیروں میں جکڑا اس کی مشکیں کسیں جیسے کسی سنگین اور خطرناک مجرم کو ماتھے کے بالوں اور پاؤں سے باندھا جاتا ہے۔ اسی حالت میں قید خانے میں رکھا گیا۔

پاؤں میں بھاری لوہے کی بیڑیاں' ہاتھوں میں وزنی ہتھکڑیاں' اسے مشقت میں ڈالے ہوئے تھیں۔ پتھر دل جلادوں بے رحم نگرانوں کی زیر حراست' جن کا نگران اعلیٰ معاویہ بن مہلب تھا۔ کشاں کشاں لے جایا جارہا تھا۔ عراق کی سرزمین میں پہنچتے ہی اس کی سختیوں میں مزید اضافے کردیے گئے۔

مورخ ابن اثیر نے یہاں ابن قاسم کی زبانی' اس شعر سے اس کی

تصویر کشی کی ہے۔

اضاعونی و ای فتی اضاعوا　　لیوم کریھة و سداد ثغر

انہوں نے مجھے ضائع کر دیا کیسے نوجوان کو انہوں نے لڑائی کی مصیبتوں کے حوالے کیا جبکہ چاروں طرف راستے بند ہو چکے تھے؟

ابن قاسم نے کتنی خوبصورت تمثیل یہاں پیش کی ہے! مگر صد افسوس کہ اس فریادِ غم کو نہ کوئی سننے والا تھا نہ کوئی جواب دینے والا۔ جیسے امام ابو حنیفہؒ النعمان نے اپنے ہمسائے کی خبر سنی تھی اور بہترین جواب دیا تھا جب شب کی تاریکیوں میں اس پڑوسی پر شامت آ پڑی تھی۔

تاریخ اسلام کا مشہور واقعہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا ہمسایہ شراب کے نشے میں بدمست رات گزارتا تھا' امام اپنی رات کے اوقات کو عبادتِ الٰہی میں گزارتے تھے۔ یہ شرابی ہمسایہ شب بھر گا تا بجاتا رہتا تھا نغموں میں عموماً یہی شعر گنگنایا کرتا تھا۔

اضاعونی وای فتی اضاعوا　　لیوم کریھةوسداد ثغر

پولیس ایک رات آئی اور اسے گرفتار کر کے حوالہ زنداں کیا۔ امامؒ کو رات اس ہمسائے کی آواز نہ سنائی دی۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ پولیس کے ہتھے چڑھ گیا ہے۔ اور قید خانے کی ہوا کھا رہا ہے امامؒ نے پولیس آفیسر کو خط لکھا کہ اسے معاف کر دیا جائے امامؒ کے احترام میں پولیس آفیسر نے ان کے ہمسائے کی رہائی کا حکم دے دیا۔ رہائی پانے کے بعد پڑوسی کو معلوم ہوا کہ یہ احسان تو مجھ پر امامؒ نے کیا ہے۔

وہ امامؒ کی خدمت میں شکریہ ادا کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ اس وقت امامؒ نے اسے پوچھا: ھل اضعناک یا فتی؟ اے نوجوان! کیا ہم نے آپ کو ضائع کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: لاَ واللہ! ولٰکنک بررت و حفظت ...... نہیں بخدا! آپ نے تو مجھ پر احسان فرمایا ہے اور میری حفاظت کی ہے۔

ادھر دیکھئے! سلیمان بن عبدالملک نے نہ احسان کیا نہ حفاظت کی۔ بلکہ بے باک مجاہد اسلام کی تیغ بے نیام، عظیم نوجوان کو ضائع کر دیا۔

"انا لله و انا الیه راجعون" یہ وہ نوجوان تھا جو دشمن پر ہمیشہ بھاری رہا اور فاتح رہا کسی اور کے گناہ میں پکڑا گیا کسی اور کے قصور میں سزا دیا گیا۔ اسی حال کی مناسبت سے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

غیری جنی و انا المعذب فیکم فکانني سبابة المتندم

جرم میرے غیر نے کیا' میں تمہارے درمیان یوں سزا یافتہ ہوں جیسے کوئی پشیمان اپنی شہادت کی انگلی کو' ندامت کے مارے' اپنے دانتوں میں چباتا ہے۔ (ظاہر ہے یہ انگلی تو بے گناہ ہوتی ہے جسے ناکردہ گناہ کی سزا بھگتا پڑتی ہے)

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ محمد بن قاسم کی گرفتاری پر اہل سندھ روئے تھے۔ انہیں آنسو بہانے کا حق حاصل تھا۔ کیونکہ اس نے چڑھتی جوانی میں ان کے علاقے اور دل فتح کئے تھے۔ اس کے ہاتھ میں قیادت و سیادت اس وقت تھی جب وہ عنفوان شباب پر تھا۔ اسی عالم شباب میں اس امر و نہی کے احکام نافذ کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ جاہ و سطوت اس

پرنثار تھے۔

ان تمام کمالات کے باوصف' وہ مغرور نہ تھا' اپنے نفس اور خدا کے بارے میں دھوکے میں نہ تھا۔ وہ بہترین مسلمان کا نمونہ پیش کر رہا تھا۔ نہایت حوصلہ مند اور جنگی بہادر تھا۔ عدل قائم کرنے میں مستعد اور سخاوت میں وسیع القلب تھا۔ حق کا متلاشی تھا۔ اسی وجہ سے لوگوں کی روحیں اس کی شخصیت میں معلق ہو کے رہ گئیں۔ دل اس کی محبت میں مجبور ہو کے رہ گئے۔ اس کے غالب لشکر نے اس پر یوں اشکباری کی جیسے کوئی مغلوب قوم بے کسی میں روتی ہے۔

ابن ابی کبشہ نے ابھی سندھ میں نئی حکمرانی کے مزے پوری طرح نہ لوٹے تھے۔ وسیع و عریض امارت سے ابھی اچھی طرح محظوظ نہ ہوا تھا۔ سرور و فرحت سے لمبی تان کے سویا ہی نہ تھا' کہ بوقت سحر ایک روز ملک الموت اس کے سرہانے آ حاضر ہوا۔ موت اس کی گھات میں تھی۔ موت اس کے لئے پھندے کس رہی تھی۔

سرزمین سندھ میں پہنچے ابھی اٹھارہ دن گزرے تھے کہ وقت اجل قریب آ لگا۔ ہمارا غالب گمان ہے کہ کسی جنگ میں لڑتے ہوئے نہیں مرا۔

اہل سندھ کا محمد بن قاسم پر غمِ محبت ابھی ہلکا نہ ہوا۔ نہ ان کے نوحہ وشیون میں کمی آئی تھی۔ ان کے اضطراب کا وہی عالم تھا۔ وہ بے چارے اس کے بارے میں ہر وقت منتظر رہتے تھے کہ نامعلوم ان کا ہیرو عراق یا شام یا کسی اور سرزمین میں کس انجام سے دوچار ہوگا؟ وہ اس کے انتظار میں پرامید ہو کر آنسو بہاتے رہتے تھے۔

جو کچھ ہوا اس کی کوئی پہلے نظیر نہ تھی۔ لوگ اپنے آپ سے بیزار اور بے حال تھے۔ اہل سندھ و ہند نے اس عربی شاہسوار کی یادیں تازہ رکھنے کیلئے اس کا بت تراش لیا۔ انہوں نے اس کیرج شہر میں یہ مجسمہ نصب کیا جسے اس نے ۹۵ھ میں فتح کیا تھا۔ جس کا کبھی بادشاہ راجہ ڈوہرا تھا۔ اہل سندھ و ہند کے نزدیک اظہار محبت کی یہ علامات سمجھی جاتی تھیں۔

شیر پنجرے میں

علی بن جہم جو تیسری صدی ہجری کا شاعر ہے۔ اس نے بہترین انداز میں محمد بن قاسم ثقفی سندھی ہیرو کی تعریف میں اشعار کہے ہیں۔ وہ اپنے اس قصیدے میں جو اس نے اس کے ایام اسیری میں کہا تھا۔ کہتا ہے:

قالت حبست فقلت لیس بضائر	حبسی وای مھند لا یغمد
او مارأیت اللیث یالف غیله	کبرا و اوباش السباع تردد
والشمس لولا انها محجوبة	عن ناظریک لما اضاء الفرقد
والحبس مالم تغشه لدنیة	شنعاء نعم المنزل المتورد
بیت یجدد للکریم کرامة	ویزار فیه ولا یزور و یحفد

ترجمہ: ''اس نے کہا: تو قیدی ہو گیا ہے۔ میں نے کہا: کہ میری قید کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ کیا عمدہ تلوار کو نیام میں محفوظ کر کے نہیں

رکھا جاتا؟ کیا تو نے شیر کو نہیں دیکھا؟ جو اپنی کچھار سے فخریہ مانوس ہوتا ہے جبکہ دیگر درندے آوارہ پھرتے ہیں۔ اگر تیرے ناظرین کی نگاہوں سے سورج غروب نہ ہوتو فرقد جیسا روشن تر ستارہ بھی چمک نہ سکے۔ کسی برے کردار کی وجہ سے اگر قیدی نہیں ہوا تو یہ منزل گل وگلزار ہے۔ اس گھر میں تو اہل شرافت کی عظمت کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں لوگ چل کر زیارت کیلئے آتے ہیں جبکہ یہ مقام خود چل کر کسی کے پاس نہیں جاتا' بلکہ اس کی خدمت کی جاتی ہے۔

محترم قارئین! شاید آپکو یہ احساس ہونے لگے کہ سندھی ہیرو برے کردار کے عام مجرموں کی طرح پابند سلاسل ہوا ہو اور اس کی آزادی سلب کرلی گئی ہو۔ نہیں بلکہ ہمیں جو اس بارے میں معلومات ملی ہیں وہ یہ ہیں: گرفتاری کے بعد معاویہ بن مہلب کے سپرد کرنا پھر سخت گیر نگرانوں کے زیر سایہ اسے عراق لے جانا وہاں اسے ایک شدید قسم کے دشمن حجاج کے حوالے کرنا' جو پہلے سے ہی اس پر غضبناک بیٹھا ہوا

تھا۔ جس کا ذکر ہم ابھی آئندہ کر رہے ہیں۔ یہ سب ایک سازش تھی' صالح بن عبدالرحمٰن کی۔

یہ صالح نہ عراق کا حکمران تھا' نہ اس کا نائب نہ جیل سپرنٹنڈنٹ' نہ پولیس آفیسر' نہ عراقی جیلوں کا انسپکٹر' صرف اور صرف سلیمان خلیفہ کا عراقی ٹیکس کلکٹر تھا۔ محمد بن قاسم کی گرفتار کیلئے' سلیمان نے اس صالح کو کیوں منتخب کیا تھا؟ ایک ٹیکس وصول کنندہ کا ابن قاسم سے کیا تعلق تھا؟ جو سندھی افواج کی سالاری سے معزول کیا گیا۔ جسے لوہے کی بوجھل زنجیروں میں گرفتار کر کے لایا گیا تھا۔ اسے خبر ہی نہ تھی کہ کدھر لے جایا جا رہا ہے اور وہ کیا کرنا چاہتے ہیں؟

سندھی ہیرو نے اپنے لڑکپن کے آخری ایام اور آغاز جوانی کے دور میں اس واسط شہر کو دیکھا تھا۔ وہاں اس نے اپنے خاندان بنوعقیل کے گھروں کو باہم الفتوں میں بستے دیکھا تھا۔ اس شہر میں ان کے خاندان کا باقاعدہ ایک محلّہ آباد تھا۔ یہ محلّہ دیگر شہری محلوں میں ممتاز حیثیت رکھتا

تھا۔ یہ شہر بھی نو آباد تھا۔ منزل ترقی تیزی سے طے کر رہا تھا۔

طرح طرح کی نعمتوں سے مالا مال' زندگی خوشحال پر از جلال' عظیم مرکز تھا۔ مگر آج اس واسط شہر میں اپنے ہی شہر میں اپنے خاندانی و موروثی شہر میں گرفتار و لاچار لایا جا رہا تھا۔ جس کی تہذیب حسین کی بنا' اس کے عم زاد حجاج' امیر عراق نے خود اپنے ہاتھوں سے رکھی تھی۔

وہ اس شہر پر نظر ڈالتا ہے تو اس کے قدیم آثار تبدیل شدہ نظر آتے ہیں۔ آج یہ شہر اجنبی سا لگتا ہے۔ آج اس پر آفتوں کے مہیب سائے قبضہ کئے ہوئے ہیں ہر موڑ اور ہر راستے سے گزرتے ہوئے عجیب کیفیات سے دوچار ہے۔

کوئی زمانہ دراز کی بات نہیں کل کی بات ہے جب یہی شہر واسط' اس کے لئے اپنے فراخ صحن پیش کرتا تھا۔ اس کے تنگ مقامات' اس کے سامنے وسیع ہوتے تھے۔ آج وہ اس شہر میں داخل ہوتا ہے یا بے رحم پہریدار وہاں اسے داخل کرتے ہیں اس کی نگاہوں میں یہ شہر اپنی بے

حسی سے تنگ دامانی کا ثبوت دے رہا ہے۔ اس شہر کے سینے میں ایسی گھٹن ہے جو پہلے کبھی نہ تھی۔

شہر واسط حقیقت میں نہ بدلہ تھا۔ صرف ابن قاسم کا اپنا حال بدل چکا تھا۔ حقیقت واقعہ کے خلاف اس کی نگاہوں نے اسے غم زدہ دیکھا۔ اسے دیکھ کر وحشت محسوس کر رہا تھا جو کہ وہاں نہ تھی۔ اگر اسکی پہلی کیفیت بحال کر دی جائے تو ویسے ہی دیکھے جیسے پہلے نظر آیا کرتا تھا۔ اس کی شادابی سے لطف اندوز ہو۔

زندہ دل عراق میں انقلاب آ چکا تھا۔ اس کی تحریک کا مرکز سرد پڑ چکا تھا۔ بہترین نظم و نسق کا حامل' اصلاح شدہ معاشرہ بدل چکا تھا۔ یہ اس شہر کی باتیں ہیں جس میں حجاج نے لاکھوں روپے صرف کر کے قصر امارت تعمیر کیا تھا۔

اب سندھی ہیرو وہیں اقامت پذیر ہے' اسیر ہے' اسے یہاں مجبور کر دیا گیا ہے۔ چند روز پیشتر یہی ہیرو' سندھی علاقوں پر احکامات نافذ کرتا

تھا جہاں اس کی جود و سخا کے چرچے تھے۔ امورِ مملکت میں جیسے چاہتا تصرف کرتا تھا کوئی اسے روکنے ٹوکنے والا نہ تھا۔

المناک قید نے بہادر ہیرو کو کچھ شعر کہنے پر مجبور کر دیا تھا ویسے بھی بنو عقیل کی وضاحت کلام اور شعر گوئی بڑے بڑے معرکوں میں اپنا جادو جگاتی رہی ہے۔ کیا حجاج ان خطبائے عرب میں سے نہ تھا؟ جن کی طرف منبر خود دوڑ کے آتے تھے۔ منبر کے تختے چیخ اٹھتے تھے۔

سامعین کے دل دھڑکنے لگتے تھے کیا وہ منبر کے زینوں کی زینت نہ تھا؟ منبر پر علماء کی طرح وعظ و نصیحت کرتا تھا' جب اس سے نیچے اترتا جباروں کی طرح جھپٹتا تھا۔

جیسے امام حسنؒ بصری نے فرمایا: بستر مرگ پر کیا اسے شاعری بھول گئی تھی؟ جبکہ وہ دنیا کے انجام اور آخرت کے آغاز کے سنگم پر تھا۔ اس نے توبہ و استغفار کے دل دوز شعر نظم کیے۔ یہ وہ لمحہ تھا جہاں بڑے بڑوں کے عقل و شعور میں فتور آ جاتا ہے۔

تو ہاں! سندھی ہیرو' بنو ثقیف کا چمکتا ہوا ستارہ اپنی قید تنہائی کے زمانے میں واسط شہر میں یوں شعر کہتا ہے:

فلئن ثویت بواسط و بارضها رهن الحديد مكبلا مغلولا

فلرب قينة فارس قد رعتها ولرب قرن قد تركت قتيلا

ترجمہ: ''میں اگرچہ واسط کی سرزمین میں لوہے کی زنجیروں میں جکڑا ہوا پڑا ہوں۔ قبل ازیں کتنی ہی ایرانی مظلوم خواتین کی عزتوں کی حفاظت کر چکا ہوں۔ اور کتنے ہی مدمقابل بہادروں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہوں۔

بدگمانیوں کے ہجوم میں بھی سندھی ہیرو نے اموی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک سے حسن ظن ہی رکھا۔ یہ صاف دل نوجوان اب مجبور ہی مجبور تھا۔ نہ کوئی خطا کی نہ کسی جرم کا مرتکب ہوا' نہ کوئی گناہ سرزد ہوا۔ اس کا سارا قصور بس یہ تھا کہ حجاج کا چچیرا تھا۔ وہ حجاج جو سلیمان کا کھلا دشمن تھا۔

ابرِ کرم کے بعد یہ قید تنہائی! اس کا انتظار اسے اسی وقت سے بے قرار کئے ہوئے تھا جب سے ولید بن عبدالملک کی وفات ہوئی تھی اور سلیمان اس کا جانشین ہوا تھا۔ اگر ابن قاسم خیال کرتا کہ وہ کوئی اور راہ فرار اختیار کرے تو وہ کر سکتا تھا۔ اس کے لئے ہزاروں راستے کھلے ہوئے تھے۔ کسی صورت میں بھی اپنے آپ کو سندھ کے نئے والی یزید بن ابی کبشہ کے حوالے نہ کرتا۔ اس بارے میں اس نے شعر بھی کہے ہیں۔

ولو کنت اجمعت الفرار لوطئت ۔۔۔ اناث اعدت للوغی و ذکور

وما ادخلت خیل السکاسک ارضنا ۔۔۔ ولا کان من عکٍ علی امیر

وما کنت للعبد المزونی تابعا ۔۔۔ فیالک دھر بالکرام عثور

ترجمہ: اگر میں بغاوت و فرار کا عزم کر لیتا تو بہت سے مرد و خواتین وہاں کچلے جاتے جنہیں درحقیقت جہاد کیلئے تیار کیا گیا تھا۔ ہماری اس سرزمین پر قبیلہ سکاسک کے گھوڑے قدم نہ رکھ سکتے تھے۔ نہ میرے

مقابلے میں عک علاقے کا آدمی امیر بنایا جا سکتا تھا۔ اور نہ میں مزینہ قبیلہ کے غلام کا تابع ہوسکتا تھا۔ زمانے بھر کا افسوس ہے ایسے شرفاء پر جوٹھوکریں کھا گئے۔

''خیل السکاسک'' سے مراد نئے حکمران یزید بن ابی کبشہ کے گھوڑے ہیں قبیلہ سکاسک کی طرف منسوب ہیں جو بنو کندہ کی ایک شاخ تھی وہ یمنی عرب تھے۔

یقیناً! سندھی ہیرو چاہتا تو بغاوت کا علم بلند کر سکتا تھا۔ مگر ہم نے اسے ہر معرکے میں دیکھا ایسا بے باک سپاہی جو فرار کے اطوار سے یکسر نا بلند تھا۔ نہ کبھی فرار کی جستجو نے اسے مجبور کیا۔ وہ تو اپنی حیات مختصر میں ہر مرحلے پر پیش قدمی کرنے والا تھا۔ ایسی حیات مختصر جیسے گلاب کے پھول کی عمر نہایت قلیل ہوتی ہے۔

وہ بزدلوں کی طرح راہ فرار کیوں اختیار کرتا؟ اسے تو یقین تھا کہ وہ ہر برائی سے بری الذمہ ہے۔ اس کا دامن ہر قسم کے داغوں سے پاک

صاف ہے۔ جس وقت پست ہمت سوار' پسپائی اختیار کر رہے ہوتے ہیں اس وقت بلند ہمت دلیر موت کی طرف بڑھ رہے ہوتے ہیں۔ پھر کس لئے وہ زنداں کے راستے سے پلٹتا؟ اگر چہ وہ راستہ موت کا راستہ تھا۔

قدیم خون کا جوشِ انتقام

سلیمان بن عبدالملک کو تمام آل حجاج سے انتقام لینے کی چند مجبوریاں لاحق تھیں۔ جو اس کی ولیعہدی کے خاتمے کے بارے میں تھیں۔ بڑی وجہ ناگوار یہ تھی کہ اس کی جگہ ولید اپنے بیٹے کیلئے راہ ہموار کر رہا تھا۔ یہ اگرچہ تقاضائے عدل کے خلاف تھا۔ مگر یہ کہاں کا انصاف تھا کہ مجرموں کی خطاؤں کی پاداش میں بے گناہوں کو دھر لیا جائے؟

ابن اثیر نے بیاں کیا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک نے یزید بن مہلب کو عراق کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اور صالح بن عبدالرحمٰن کو وصول کنندہ خراج بنایا تھا۔ اسی صالح کو حکم دیا تھا کہ بنو عقیل کو قتل کرے، سخت سزائیں دے۔ یہ ال حجاج ہی تھے جنہیں عقوبت و تعذیب کا نشانہ بنایا گیا۔

ابن مہلب خود ان سزاؤں کی نگرانی کرتا تھا۔

امویوں ان کے کارندوں' ان کے گرونزدوں کو جب کبھی بنوعقیل پر غضب توڑنا ہوتا تو سب سے پہلے' حجاج کو ہمیشہ اپنا جوش انتقام ٹھنڈا کرنے کے لئے ہدف ٹھہرایا جاتا۔ حجاج نے بھی سلیمان بن عبدالملک کو خوب پریشان کیا ہوا تھا۔ جب موقعہ ملتا کھلے چھپے اس کی ولیعہدی کے خاتمے کی تدبیریں کرتا' منصوبے تیار کرتا۔

حجاج کی موت نے بھی اس آتش انتقام کو ٹھنڈا نہ ہونے دیا۔ بلکہ توقع سے زیادہ اس کے خاندان اور قوم پر انتقام کے شعلے برسائے۔ صالح نے خاندان حجاج سے جو انتقامی کارروائیاں کیں۔ اس کے پس پردہ کونسا راز مخفی تھا؟ آیئے دیکھتے ہیں:-

بظاہر تو صالح ٹیکس کلکٹر ہی تھا۔ لیکن حجاج اور صالح کے مابین پرانی انتقامی چنگاری سلگ رہی تھی۔ عرب اپنی آبائی دیرینہ کہانیوں کو بھلایا نہیں کرتے۔

یہی اس انتقام کی بنیاد ٹھہری' یہ قصہ ہے جب کا کہ حجاج نے عراقی

امارت کی زمام کار تازہ بہ تازہ سنبھالی تھی۔ خوارج کی شدید لڑائیاں عراق میں اس وقت جاری تھیں۔ اس قوم کی ارواح' فکر و شعور کی راہوں میں بھٹک رہی تھیں۔ انہیں اپنے پیش کردہ نظریات پر ناز تھا اور وہ خوب ڈٹ گئے ان سے اختلاف رائے کرنا موت کو دعوت دینا تھا۔

تاریخ نے تشدد کی گواہی کہیں ایسی پیش نہ کی جو خوارج کے متعلق پیش کی ہے انہوں نے اموی خلفاء کی خوابگاہوں کا سکون برباد کر دیا تھا۔ ان کی متشددانہ کارروائیوں سے ان کی آنکھیں نیند کو ترس گئی تھیں۔

بالآخر حجاج نے خوارج کے خلاف' لوگوں کو جنگ پر اکسایا۔ ان سے مقابلے کرنے اور نمٹنے کی ذمہ داری مہلب بن ابی صفرہ کے سپرد کی۔ یہ آدمی مستقل مزاج جنگجو تھا یہ عزیمت کی تلوار تھی' صائب الرائے تھا' معاملات میں بہتر حکمت والا تھا' جنگی چالوں سے اچھی طرح واقف تھا ناگہانی آفات سے چوکس رہنے والا اور مسلسل مستعد رہنے والا تھا۔

حجاج کے سامنے جو خارجی لایا جاتا' اسے فوراً قتل کر ڈالتا' حتی کہ اس نے اپنے ہاتھوں سے خلق کثیر کو موت کے منہ میں دھکیل دیا۔

صالح بن عبدالرحمٰن کا ایک بھائی تھا' جس کا نام آدم تھا.........خوارج کی لہر اسے بھی بہا کر لے گئی وہ ان کے بحر مواج کا مسافر بنا' ان کے داعیوں کی فصاحت و بلاغت کا شکار ہو کر' ان کا ہم خیال بن گیا۔ اس راہ میں ہر طرح کی مصیبتیں برداشت کرتا رہا۔ ایک روز گرفتار کر کے حجاج کے سامنے پیش کیا گیا۔ حجاج کے سامنے آدم کا وہی حشر ہوا۔ جو عام خارجیوں کا ہو رہا تھا۔ اس آدم کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

صالح اس وقت سے ہی اپنے بھائی آدم کے غم میں تڑپ رہا تھا۔ حجاج پر اسے بہت غصہ تھا۔ لیکن اس کا کوئی بس نہ چلتا تھا۔ مرورِ زمانہ نے بھی حجاج کے خلاف اس کے کینہ خفتہ کو کم نہ کیا۔ سینے میں وہ آگ برابر بھڑکتی رہی اس آگ نے دل میں مستقل ڈیرے جما لیے حتی کہ

بدلہ لینے کی گھڑیاں قریب آ لگیں۔

وفات ولید سے تھوڑا عرصہ قبل حجاج اس کی حمایت کے سائے میں انتقال کر گیا اس کے خون کے پیاسوں کو اپنے انتقام لینے کا موقعہ ہی نہ مل سکا۔ کہ وہ اسے اذیت ناک موت سے اپنے ہاتھوں دو چار کرتے۔ حجاج کے خلاف جتنا انہیں غصہ تھا۔ وہ خاندان حجاج پر نکلا۔ امیر عراق حجاج کی ٹانگ کاٹنے کے بجائے' بنو عقیل کی ٹانگوں کو پڑ گئے۔ اس کا حساب چکانے کا مرحلہ قوم حجاج کی طرف منتقل ہو گیا۔

صالح بن عبدالرحمٰن نے اپنا قدیم قصاص لینے پر قناعت نہ کی۔ جو حجاج اور اس کے مقتول بھائی آدم بن عبدالرحمٰن کے مابین تھا۔ بلکہ اسے بنیاد بنا کر سندھی ہیرو محمد بن قاسم ثقفی' حجاج کے چچیرے سے انتقام کی ٹھان لی۔

بے شک سندھی ہیرو اب پس دیوار زنداں ہے۔ اپنی قوم بنو عقیل کے ہمراہ قید میں پڑا ہے۔ جب رات چھا جاتی انہیں طرح طرح کی

سزائیں دی جاتیں۔ جب صبح کے وقت سورج کی شعاعیں جیل کی سلاخوں میں سے اندر پہنچتیں پھر سزا کا دور شروع ہو جاتا۔ اب سندھی ہیرو صالح کے ہاتھوں کیوں قتل نہ ہوتا جبکہ اس کے بھائی آدم کو حجاج نے کل قتل کیا تھا؟

سندھ کا ہیرو کسی گناہ کا مرتکب نہ ہوا تھا جس پر وہ قید میں ڈال کر مستحق قتل ہوا۔ کیا کوئی قصور اس کا ثابت ہو سکا؟ کس الزام میں پکڑا گیا؟ کس خطا میں وہ سزائے موت کا حقدار ٹھہرا؟ ہے کوئی جواب اس سوال کا؟ محض اپنی سینوں میں پالی ہوئی کدورتوں کی تسکین کیلئے بے گناہوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ ڈالے۔

☆☆☆

بے گناہوں پر تہمت

ہماری اس کتاب کا دورِ آخر سیتا بنت راجہ داہر کے بارے میں ہے۔ جسے گرفتار کر کے اموی دار الخلافہ دمشق پہنچایا گیا تھا۔ محمد بن قاسم کو سیتا پر شک گزرا تھا کہ یہ سندھی معزول و مغلوب راجاؤں سے مل کر خفیہ رابطوں کے ذریعے نقصان نہ پہنچا جائے۔ اس وجہ سے اس کی سخت نگرانی کی گئی۔ یہ گندم گوں مشرقی شہزادی اس خطرے کی علامت تھی کہ اپنی قوم کی معیت میں عربوں سے دھوکہ نہ کر جائے۔ اپنے مقتول باپ اپنے مفتوح علاقوں اپنے مصیبت زدہ خاندان کے انتقام پر نہ اتر آئے۔

شہزادی سینا دمشق روانگی سے قبل نوجوان امیر عربی محمد بن قاسم سے اظہار محبت کرتی تھی۔ بلکہ اس کی محبت میں فریفتہ ہو چکی تھی۔ سندھ

کے زمین و آسمان اس بات پر گواہ ہیں کہ ابن قاسم نے بھی نرمی اور محبت کا رویہ اپنایا۔

مگر سچ یہ ہے کہ داہر مقتول کی بیٹی نے سندھی ہیرو امیر عربی سے اظہار محبت ایک چال کے طور پر کیا تھا۔ وہ اس ظاہر محبت کی بدولت اپنے مقصد کو حاصل کرنا چاہتی تھی اس محبت کو اپنے ہدف تک پہنچنے کا وسیلہ بنا رہی تھی۔ اشاروں کنایوں مین بات کو چھپاتی خوبصورت پیرایہ گفتگو اپناتی' لب و لہجہ سندھی تھا' عربی میں لکنت تھی۔ شاید وہ جلدی میں اپنے پراسرار ہونٹوں سے خبر دے رہی تھی جو اس کی قوم کے داغا بازوں کو فائدہ دے' اپنے ہم وطن سازشیوں کو خفیہ راز دے۔

جہاں تک ممکن ہوا' سیتا نے اپنے معاملے کو اِخفا میں رکھنے کی کوشش کی کہ کہیں اس کی رسوائی نہ ہو اس کا بھید نہ کھلے۔ مگر اس کا خیال خائب وخاسر ہوا اس کی تدابیر نے مستقبل کیلئے بدترین کروٹ لی۔

جواں سال قائد کی بصیرت' سورج سے بھی زیادہ راستباز بھی۔

حالانکہ سورج کی روشنی میں نگاہوں کو واضح نشانات راہ ملتے ہیں۔ اس نے اپنی فراستِ مومنانہ سے اس کے مخفی رازوں کو بھانپ لیا۔ اس کی نگاہوں سے اس کے نہاں خانہ دل میں روگ کی تشخیص کر لی۔ ابن قاسم کو اس کے اس انداز سے شک ہو گیا جو وہ قید کی حالت میں رات کی تاریکی میں ہولے سے نکلتی ہے۔ پھونک پھونک کر قدم رکھتی ہے۔ درختوں کے درمیان سے ان کے سایوں میں کھسکتی ہے۔ اس کے پوشیدہ ارادوں کی طرح' اس کے قدم بھی پُراسرار حرکت کرتے ہیں۔ جب واپس ہوتی ہے تو گویا مراد پا گئی جیسے خالی کنوئیں میں پانی بھر جانے' سے کسی شدید پیاسے کو قرار آ جائے۔

حسبِ معمول ایک رات سیتا نکلتی ہے۔ ابن قاسم نے اس کے قدموں کے تعاقب میں گھات لگا کر بیٹھنے والے جاسوس' چاروں طرف پھیلا رکھے تھے۔ وہ اس اہم معاملے کی کڑی نگرانی پر مامور تھے۔ رات کی تاریکی میں بھی انہیں اس کا پیکر محسوس سجھائی دیتا

تھا۔ وہ غیر محسوس انداز میں اس کے پیچھے ہو لیتے تھے۔ ان کی عقابی نگاہیں اس پر جمی رہتی تھیں وہ اس کی آمد و رفت سے بالکل بے خبر نہ تھے۔

ایک رات انہوں نے دیکھا کہ اس نے مختصر سی ملاقات تین آدمیوں سے کی اور فوراً واپس ہوئی۔ ہاتھ میں کوئی چیز پکڑ کر ہاتھ ان کی طرف بڑھایا۔ ان میں سے ایک نے بہت احتیاط و حزم سے' وہ چیز اس سے لے لی۔ پھر وہ تینوں سوچتے ہوئے غیر محسوس چال چلتے تیز نہ چلے پھر سیتا نے واپس اپنی راہ لی۔

اسے یقین تھا کہ مجھے اور ان تین اشخاص کو کسی نگاہِ انسانی نے نہیں دیکھا گھپ اندھیری رات کے پردے میں اپنے کو محفوظ تصور کرتی ہے۔ جبکہ اس کے پیچھے مقرر کیئے ہوئے مخبروں اور جاسوسوں نے اسے دیکھ لیا تھا۔

پھر جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا اس کی خبر اپنے سالار ابن قاسم کو دے

رہے تھے اس مشکوک نوجوان عورت کی حرکت کے بارے میں بتا رہے تھے۔ جس نے شبِ تاریک میں لباس بھی سیاہ زیبِ تن کیا ہوا تھا۔ بالآخر ابن قاسم نے اسے بلا بھیجا۔ باتوں باتوں میں اس سے اخذ کروایا ابتدا سے آخر تک بات کے اشارے دیے۔ یہاں تک کہ اسے یقین ہو گیا کہ شہزادی ہمارے دشمن کی مدد کر رہی ہے۔

پہلے جس نرمی کا اظہار اس نے کیا تھا اب نامناسب معلوم ہوا۔ جس منافقانہ محبت کا وہ مظاہرہ کر رہی تھی اس کی تہہ میں اغراض خبیثہ مستور تھیں۔ اپنے باپ کے قتل کے انتقامی جذبے میں، دل ہی دل میں جل بھن رہی تھی۔

اگر اسلام کے جنگی آداب میں عورت کا قتل جائز ہوتا تو وہ جاسوسوں سے کیسے بچ کے آ سکتی تھی؟ مگر ابن قاسم نے پھر بھی شرافت کا ثبوت دیتے ہوئے اسے قتل کرنے کے بجائے گرفتار کر کے دارالخلافہ دمشق روانہ کر دیا۔ شاید بعد ازاں اللہ تعالیٰ کوئی بہتری کی صورت پیدا فرما

دے۔

شہزادی سیتا کو گرفتار ہو کے دمشق میں چند سال بڑے صدمے سے گزارنے پڑے۔ کیونکہ وہ وہاں تنہا اپنے وطن سے دور پڑی تھی۔ یہ بھی ان غلاموں اور کنیزوں میں سے ایک تھی جن کے آباء واجداد والیان ریاست اور حکمران تھے۔ اور وہ حکمران' خلیفہ کے محل میں گاہے گاہے ہدیے اور تحائف بھیجتے رہتے تھے۔

سیتا کے موجودہ سرپرست نے پہلی بار اسے ولید کے محل میں جانے کا حکم دیا۔ پھر اسے اپنے خاندان کے کسی فرد کو ہبہ کر دیا۔ ان چند سالوں میں جو حوادث گزرے' ہمیں ان سے کوئی غرض نہیں ہے جو کہ محمد بن قاسم کی تاریخ سے غیر متعلق تھے۔

قیام دمشق کے دوران میں یہی بات اس کی زندگی کی اہم تھی جسے ہم پیش کرتے ہیں۔ یہ ہم ضرور بیان کریں گے کہ وہ بنو امیہ کے محلات میں بطور خادمہ کیوں ٹھہری؟ ہوسکتا ہے کہ ان محلات میں امور خدمت

بہتر طور پر انجام دیتی رہی ہو جو اموز اس نئے اپنے باپ کے محلات میں سیکھتے تھے۔ یا ممکن ہے اس نے شاہی محل میں نشوونما پائی تھی امراء کے گھرانوں میں عمدگی سے یہ تعاون کرنا جانتی ہو۔ یا مغلوب و مقتول راجہ کی بیٹی ہونے کے ناطے اس کے ساتھ احترام کا سلوک کیا جاتا ہو جو کہ عام غلاموں کے ساتھ نہیں ہوتا۔

اس کی خدمت کا آخری دور بنوامیہ کے محلات میں اس انجام کو پہنچا کہ سلیمان بن عبدالملک کے گھرانے میں ایک فرد کی خادمہ مقرر ہوئی۔ ابھی تک سلیمان کو خلافت نہیں ملی تھی۔ پھر جب تخت نشینی پر قابو پالیا تو اس فرد کو اپنے قریب مرتبہ دیا اس کا عہدہ بڑھا دیا وہ اس کی قربتوں میں رہنے سے لطف اندوز ہوا۔ قبل ازیں سندھی شہزادی سیتا بنوامیہ کے کسی گھرانے میں اتنی خوش نصیب نہ تھی جتنی وہ اب شیخ صفوان کے گھر پر سکون تھی۔

صالح بن عبدالرحمٰن نے واسط میں کئی ماہ گزارے جہاں وہ اموی

حکومت کیلئے ٹیکسوں کی وصولی کے اصول وضع کرتا رہا۔ اسی وجہ سے سلیمان اس سے خوش ہوتا تھا قبل ازیں ولید بن عبدالملک کے عہد میں اخراجاتِ حکومت اس قدر بڑھ گئے تھے قریب تھا کہ حکومتی ذرائع آمدن دب کے رہ جاتے۔

بہر حال صالح کو ٹیکسوں کے جمع کرنے کی اتنی دلچسپی نہ تھی جتنی بنو عقیل کو کچلنے کی تھی۔ بنو عقیل کا اسوقت نمایاں ترین فرد محمد بن قاسم سندھ کا ہیرو تھا۔ سلیمان بن عبدالملک نے اسی صالح کو یہ ذمہ داری دی تھی کہ ان پر سزائیں نافذ کرے۔ ان پر واسط میں قیامت برپا کرے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آج بنو عقیل سے دیرینہ انتقام لینے کا سنہری موقعہ ملا ہے۔

کیونکہ اس کے بھائی آدم کو خوارج کے پُرفتن دور میں حجاج نے قتل کیا تھا۔ اسی وجہ سے وہ اس کا دشمن بنا ہوا تھا۔ اس کے کینوں اور کدورتوں کا واحد مرکز بنو عقیل کا نوجوان ہیرو محمد بن قاسم تھا۔

سارے خاندان کی ہلاکت خیز خون ریزی کے ذریعے اپنے ذہن کو سکون پہنچا رہا تھا۔ مگر مسلمانوں کے دلوں میں سندھی ہیرو کی محبت گھر کر چکی تھی۔ جسے کوئی ظالم چھین نہ سکتا تھا۔ اہل سندھ نے تو اس کی محبت میں انتہا کر دی۔ اسے اپنے قدیم مقدس بتوں کے برابر سمجھنے لگے۔

کیرج شہر میں اسکا بت خوبصورت بنایا گیا۔ جیسے عام لوگ اپنے عظیم ہستیوں اور نامور شخصیات کی یاد تازہ رکھنے کے لئے خارا تراشی کرتے ہیں۔ جنگجو لشکروں نے اس کی اطاعت محبت سے کی' جیسے وہ ان کا اپنا لہو ہے۔ جب سندھ کا نیا والی اس کی معزولی کا حکم نامہ لایا تو لوگ اس وقت بے بسی سے روئے۔

جب نئے والی نے اسے گرفتار کیا اور سخت پہریداروں کی نگرانی میں عراق لے جایا گیا' یہ منظر بہت دل دوز تھا عوام الناس نے اسے اشکبار آنکھوں اور دلی دعاؤں سے رخصت کیا وہ بیچارگی کے عالم میں یہی

کچھ کر سکتے تھے کیونکہ ابن قاسم نے خلیفہ کے حکم کی سرتابی سے روکا تھا۔

صرف اہل سندھ ہی گرفتار محبت نہ تھے بلکہ شام و عراق کے مسلمانوں کو بھی اس سے والہانہ الفت تھی۔ وہ اس کی شجاعت و بسالت' اس کے عظیم کارناموں کی خبریں سننے کے' بیتابی سے منتظر رہا کرتے تھے۔ اس کا نام لے لے کر اہل عراق و شام اس کے تذکرے اس انداز سے کرتے تھے جیسے گزشتہ زمانوں میں دلیروں کے افسانے کہے اور سنے جاتے ہیں۔

ابن قاسم نے سندھ میں بطور فاتح' غازی' مجاہد فی سبیل اللہ چھے سال گزارے تھے۔ کوئی معمولی سی چیز بھی اس کے خلاف ریکارڈ پر پیش نہ کی جا سکی۔ وہ صرف شمشیر خدا بن کے کفر کی گردن' تن سے جدا کرنے والا تھا۔ وہ مشرک سرخیلوں کے ٹکڑے اڑانے والا تھا۔ کوئی ایک عیب بھی ثابت نہ ہو سکا۔ ایک بھی برائی نہ پکڑی گئی جس کی بنا پر وہ اتنی بڑی

سزا کا حقدار ٹھہرایا گیا۔

ابن قاسم مسلمانوں کی جانوں اور ان کے مالوں کا امین تھا۔ وہ ان کی عزتوں کا رکھوالا تھا۔ کتنے ہی شہر فتح کیے کہیں کسی حرمت کو حلال نہ کیا۔ کسی کا پردہ چاک نہ کیا، کسی گناہ کو مباح نہ کیا۔ اس کی چال ڈھال میں نفاست تھی اس کے کردار سے عربی قوم کی خوبصورت تصویر جھلکتی تھی۔

حتیٰ کہ اہل سندھ مسلمانوں سے پوری طرح مطمئن ہو گئے۔ ان کے خدشات دور ہو گئے۔ انہوں نے صلح کے ہاتھ آگے بڑھا دیے۔ اپنے پہلو میں ان کے قیام پر خوش ہوئے کیونکہ اب انہیں حقیقی امن وسکون ملا تھا۔ وہ بے خوف ہو کے سونے لگے۔ ان کے جان ومال بھی محفوظ ہو گئے تھے۔

انہوں نے ان سے عدل وانصاف کا وہ نظارہ دیکھا جو پہلے کبھی دیکھنا نصیب نہ ہوا تھا۔ بطیب خاطر حلقہ بگوش اسلام ہوتے گئے تلوار نے انہیں مجبور ہرگز نہ کیا تھا۔ نہ کسی ظلم وتشدد نے انہیں رام کیا تھا۔

اسی قوم کا اسلام آج تک بہترین منظر پیش کر رہا ہے۔ دین مبین کی

سرزمین انہی کی بدولت وسعت پذیر ہوتی گئی۔ دلوں کو بہار نصیب ہوئی۔ ان کی تعداد میں اتنا اضافہ ہوا کہ کنکریوں کے پہاڑ ان کی تعداد کو نہ پہنچ سکے۔

قصہ کوتاہ یہ ہے کہ صالح بن عبدالرحمٰن اپنے بھائی آدم کے قتل کا بدلہ حجاج سے کیسے لیتا؟ وہ تو پہلے ہی فوت ہو چکا تھا موت کا پیٹ بھر چکا تھا۔ اب سارا نزلہ بے گناہ نوجوان پر گرا۔ جس کا گناہ صرف یہ تھا کہ حجاج کا قریبی رشتہ دار تھا۔ کیا رشتہ دار ہونا بھی جرم ہے؟ کیا مجرم قرابتداروں کا بوجھ بے گناہوں پر ڈالنا شرافت ہے یا عدل؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”وکل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ“ (۱۷:۱۳) ”ہر انسان کا شگون ہم نے اس کے اپنے گلے میں لٹکا رکھا ہے۔“ کیا عقل و خرد اس بات کو درست قرار دیتی ہے کہ معصوم آدمی کے گلے میں مجرم آدمی کے نامہ اعمال کا پھندا لٹکا دیا جائے؟ جو دوسروں کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھائے پھرے۔ کیا ایک جاہلی شاعر

کے بقول: ''اللہ جانتا ہے میں ان جنوں میں سے نہیں ہوں مگر انہی کی گرمی اور تپش نے مجھے حملہ کرنے پر مجبور کر دیا ہے''۔ کیا یہ بات درست ہے؟

صالح بن عبدالرحمٰن جب واسط شہر کے ٹیکس محل میں قیام پذیر تھا۔ اس دوران میں کسی سے سن لیا کہ ایک سندھی جوان عورت دمشق میں موجود ہے۔ اس کے چہرے پر حکمرانی کے آثار اور سندھی راجاؤں کی نسبتیں نظر آتی ہیں۔

سندھ فتح کرتے وقت اس کے باپ راجہ داہر کو جیش ابن قاسم نے قتل کیا تھا صالح نے سوچا کہ کیوں نہ اس خاتون سے مل کر ایک سازش تیار کی جائے جو اس کے مقصد کو پورا کرتی ہو۔ جس سے اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لئے ابن قاسم کو قتل کروانا آسان ہو۔ [1]

....

[1] کسی مورخ نے اس سازش کی نفی کی ہے، مگر مصنف ہذا کی تحقیق یہی ظاہر کرتی ہے، اور دل کو لگتی ہے۔ (مترجم)

سازشی جال کا تانا بانا

سلیمان بن عبدالملک کے خلیفہ بننے کے بعد اموی دارالخلافہ میں صالح بن عبدالرحمٰن ایک روز عراقی دستاویزات خلیفہ کے سامنے پیش کررہا تھا۔ درحقیقت وہ عراق سے شام منتقل ہونے کے لئے اپنا رختِ سفر باندھ رہا تھا۔ کیونکہ وہ سندھی ہیرو محمد بن قاسم کے درپے آزار تھا۔ صالح جب شام روانہ ہورہا تھا اس کی معیت میں ایک پُرشکوہ گارد اور ایک لشکرِ عظیم تھا۔ جس سے عاملِ خراج کی شان دوبالا ہورہی تھی۔ یہ وہ آدمی تھا جو حکومت کیلئے دولت جمع کرتا تھا چاروں طرف سے دولت سمٹ کر آرہی تھی۔ تعمیرات، پیداوار، غزوات، افواج کے اخراجات، امراء کے لئے آسائشات مہیا کرنے میں سرگرم تھا۔ بعدازاں عہد عباسی میں یہ معاملے ترقی کرتے کرتے عروج کو پہنچے۔

صالح بن عبدالرحمٰن نہایت عجیب قسم کا حساس آدمی تھا۔ ہر کسی کی زبان سے نکلنے والے لفظوں سے مطلب سمجھ جاتا تھا۔ خبروں کے سننے میں بہت مستعد رہتا تھا۔ صرف ہونٹوں کی جنبش سے جان لیتا تھا۔ اسی خوبی کی وجہ سے قرب خلافت میسر تھا۔

وہ سواریوں کو ان راہوں پر ڈال دیتا جو راستے بنوامیہ کے شہر کو جاتے تھے۔ پھر خاص خاص منزلوں پر رک جاتا۔ خوب راشن پانی لیتا' طویل سفر کی تکان پر آرام کرتا ہوا جاتا۔ صالح اپنے محافظوں کے ساتھ باتوں باتوں میں بہت کھل جاتا۔ تا کہ وہ اس کے قریب رہیں ان کی ہر چھوٹی بڑی حرکت سے باخبر رہتا۔ دوران سفر ایک روز محافظوں میں سے کسی کی گفتگو شروع ہوئی۔

یہ محافظ اپنے ہمرکاب دوستوں کو اپنی زندگی کے عجیب و غریب مشاہدات بتا رہا تھا۔ اس محافظ نے ذکر کیا کہ وہ سندھ کی سرحد پر حجاج کی بھیجی ہوئی فوج میں رہا ہے۔ وہاں اس نے سندھی علاقوں میں

ہاتھیوں پر جنگجوؤں کو لڑتے دیکھا ہے۔ بہت حیرت انگیز مناظر تھے۔

ادھر صالح بن عبدالرحمٰن یوں کان لگائے سن رہا تھا جیسے اس کی گمشدہ چیز کا اعلان ہو رہا ہو۔ گویا اس محافظ کے لبوں سے وہ بات نکل رہی ہے جو اس کی سازش کو کامیاب بنانے میں مددگار ثابت ہو۔ جس کی فکر نے اسے بیمار کیا ہوا تھا۔ صالح اپنے محافظوں کو چیرتا ہوا اس کی طرف لپکا' یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس کے جسم کا ایک ایک عضو ہمہ تن گوش ہے۔

صالح کے دل میں جو انتقامی آگ محمد بن قاسم کے خلاف جل رہی تھی۔ اسی توقع پر اس کے ذکر کو سننا چاہتا تھا۔ مگر اسے صداقت و شہادتِ خیر کے سوا کچھ نہ ملا۔ صالح نے اس سے پوچھا: تمہارے درمیان ابن قاسم کا کردار کیسا تھا اس کا رویہ کیا تھا؟ تو محافظ نے جواب دیا:

خدا کی قسم! وہ تو اپنی سیرت و کردار میں نہایت اعلیٰ درجے کا نمونہ تھا۔ اس کے لشکر کا ہر فرد اپنے آپ کو اسی کے سانچے میں ڈھالنے کا عاشق

تھا۔ ہمارے ہر چھوٹی عمر والے پر مہربان اور ہر بڑی عمر والے کا قدر دان تھا۔ جیسے ایک پاکباز مسلمان اپنے نفس کو ہر قسم کی شر سے محفوظ رکھتا ہے ویسے بھی ابن قاسم اپنے نفس پر قابو پانے والا جوان تھا۔ نہ کسی پر ظلم نہ کسی کا طمع ولالچ' نہ فخر وغرور' نہ فسق وفجور۔

لیکن اس کا چچیرا حجاج' اس نے تو عراق کو گناہوں سے بھر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی رسی دراز کیئے رکھی حتی کہ اسے پکڑ لیا اور اپنے بندوں کو اس کے ظلم سے نجات دی۔ پھر خلیفہ سلیمان آئے وہ ہمارے اوپر خلافت وولایت کے حقدار ہیں یہاں تک کہ خلقِ خدا کہہ اٹھی جو کہ قولِ قدیم ہے:

''سلیمان مفتاح الخیر'' سلیمان بھلائیوں کی کنجی ہے۔ حجاج رخصت ہوا سلیمان نے خلافت سنبھالی کیا حجاج کے گناہوں میں سے کوئی گناہ ابن قاسم کے حصے میں آیا؟

نہیں بخدا! اے ابن عبدالرحمٰن! ہم نے اس شخص میں کوئی برائی نہ

پائی۔کوئی ایسا برا کام نہ ملا جس پر ہم اس کی گرفت کرتے اسے معیوب گردانتے۔ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ آدمی اپنے پچیرے جیسا نکلے۔ سگے بھائیوں کے مزاج میں اختلاف ہوتا ہے۔ جبکہ ان کی اصل ایک ہوتی ہے۔ یعنی ایک باپ اور ایک ماں بعض دفعہ تو آزاد شریف عورت بھی ناخالص بچے کو جنم دے بیٹھتی ہے۔ خالص چاندی کو تپایا جائے تو اس سے بھی میل نکل آتا ہے۔ عام کلیئہ ہے کہ کبھی کبھار طیّب سے خبیث رونما ہو جاتا ہے۔

عیوبِ حجاج کا کیا تذکرہ؟ وہ تھا سراپا پاپ' اس نے مسلمانوں کا بے دریغ خون بہایا۔ کتنی جانوں کو لے ڈوبا۔ کوفہ میں پہلے قومی خطاب سے ہی' لوگوں کو ڈانٹا اور ان کو ہلا کے رکھ دیا حتیٰ کہ لوگ بہت سہم گئے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس ظالم کے ذریعے اہل عراق کو سخت آزمائش میں ڈال دیا ہے۔

دور جاہلیت کی طرز پر احکام نافذ کرتا تھا۔ جو نیکو کاروں کی سنتا نہ تھا'

اور بدکاروں کو چھوڑتا نہ تھا۔ ہاں ہاں کہیئے' حجاج کے بارے میں جو آپ کا جی چاہے کہتے جاؤ۔

مگر اس کا بھتیجا محمد بن قاسم' خدا شاہد ہے جن نقائص کا ذکر ابھی ابھی ہوا ان میں سے ایک بھی نقص اس میں نہ تھا۔ ہمیں خدشہ ضرور تھا کہ کم عمری میں رفعتِ قیادت' دولت کی کثرت' سازگاریِ حالات' اسے مغرور و متکبر نہ بنا دیں۔ لیکن جوں جوں کمالات کی طرف بڑھتا گیا فتوحات نے مزید نرم خو اور منکسر المزاج بنا دیا۔ جیسے سورج عین دوپہر کے وقت اپنے شباب و عروج پر پہنچ کر اپنی روشنی اور حرارت سے دنیا کو زیادہ مستفید کرتا ہے۔ زیادہ نفع بخش ہو جاتا ہے۔

سوال: ابھی تک آپ تصویر کا ایک ہی رخ پیش کرتے جا رہے ہیں کہ ابن قاسم کی شخصیت اپنے رفقاء میں کیسی ہر دلعزیز تھی لیکن تصویر کا دوسرا رخ بھی ذرا پیش کریں کہ جس سندھ کو اس نے بزور شمشیر فتح کیا تھا اس کے باشندوں سے کیا سلوک روا رکھا تھا؟

جواب: ابن قاسم کی بات! جس زاویہ نگاہ سے میں نے اسے دیکھا وہ اس مرتبے کو مزید بلند کرنے والا تھا۔ جیسے چودھویں رات کے چاند کو جدھر سے دیکھیں اس کی روشنی نگاہوں کو سرور بخشتی ہے اس کی چاندنی سے ہر چیز منور ہو جاتی ہے۔

اس نے تو ''شہزادی سیتا'' کے ساتھ بھی کریمانہ و شریفانہ رویہ اپنایا جبکہ وہ اپنی غداری کے اعتبار سے اس لائق ہی نہ تھی۔ جی ہاں! وہ بنو ثقیف ہی کا جوان تھا جس نے سیتا کے ساتھ یہ بھلائی کی۔

سوال: سیتا کی کہانی کیا ہے؟

جواب: آپ سیتا کے بارے میں پوچھتے ہیں؟ جس کے تذکرے ہمارے سواروں کی زبان پر عام تھے۔ بے شک وہ سندھ کے حکمرانوں میں سے ایک حکمران تھی۔ فاتح مسلمانوں کے لشکر کے مقابل' اس کا باپ داہر جنگ کیلئے نکلا' تو اسے افواج ابن قاسم نے ہلاک کر دیا۔

باپ کی ہلاکت پر جو مصیبت سیتا پر آئی' جواں سال ابن قاسم کا دل

بھی اس صدمے سے بھر آیا۔ اس نے اسے احترام دیا شاہ زادیوں کی طرح اس کی دیکھ بھال کی اس کی زندگی کا خیال رکھا یقین مانیے وہ اس فاتح کی رعایت وعنایت کی حقدار نہ تھی۔ دشمن کی خفیہ تنظیم سے ساز باز کرنے کا کم ترین صلہ اس کی گردن اڑانا تھا۔

ابن قاسم کی زیر حراست وعنایت رہ کر بھی' وہ اس کے خلاف جاسوسی کرتی تھی۔ اس کی خبریں اور راز دشمنوں تک پہنچاتی تھی۔ ابن قاسم کے دل میں اس کے بارے میں کوئی گمانِ غلط نہ گزرا تھا۔ چوری کب تک چھپی رہ سکتی ہے؟ بالآخر اس کے خفیہ مشن کا راز فاش ہو گیا حالتِ اسیری میں اسے عراق روانہ کر دیا۔ امیر عراق نے اسے دمشق کے محل میں بھیجا وہاں ایک محل سے دوسرے گھر منتقل ہوتے ہوتے شیخ صفوان کے گھر پہنچی۔ سلیمان کے خلیفہ بننے سے' بہت پہلے ہی سے' صفوان اس کا مخلص اور جگری دوست تھا۔

صالح عبدالرحمٰن اپنے محافظ کی زبانی یہ سب باتیں بغور سنتا رہا گویا ہر

بات کڑوی گولی کی طرح نگل رہا ہے۔ پھر اس نے یوں سر ہلایا جیسے اس کے کسی عقدے کا حل نکل آیا ہو' یا اسے قرار آیا ہو' اور کہا:

اچھا.......... وہ اب شیخ صفوان کے گھر ہے؟

☆☆☆

صفوان کے گھر

صالح بِنْ عبدالرحمٰن کا رسالہ (سوار دستہ) عراقیوں پر عاملِ خراج بن کر، جب اموی دارالخلافہ کے نواح میں پہنچا، تو دور سے ہی عمارات، اور کارخانوں کی بلندیوں پر، ان کی نظر پڑی۔ جنہیں مستحکم بنانے میں بنو امیہ نے، بہت جدوجہد کی تھی۔

خاص طور پر بانی خلیفہ ولید بن عبدالملک کا وہ دور تھا۔ جس میں لوگ اپنی ملاقاتوں میں ایک دوسرے سے 'تعمیرات و عمارات کے متعلق ہی پوچھا کرتے تھے۔ جیسا کہ نہایت متقی اور پرہیزکار خلیفہ' عمر بن عبدالعزیز کا دور ایسا تھا، جس میں ہر ملاقاتی ایک دوسرے سے دین داری' ذکر اذکار کے بارے میں پوچھتا تھا' کتنا قرآن حفظ کر لیا؟ مہینہ میں کتنا قیام اللیل ہوا؟ وغیرہ

یہ رسالہ دمشق میں پہلی بار آیا تھا جسے پہلی نظر میں جامع مسجد اموی کا پختہ گنبد دکھائی دیا جو ولید کے زمانے کی یادگار تھا۔ اس گنبد کی تعریف بہت مدت کے بعد مشہور سیاح ابن جبیر نے بھی کی تھی۔ اور کہا تھا:

عجائب عالم میں جو کچھ میں نے آج تک دیکھا یہ مسجد سب سے زیادہ ورطہ حیرت میں ڈالنے والی چیز ہے۔ اس کی تعمیر کی بلندیاں حیرت انگیز ہیں۔ ابن جبیر کو بہت زیادہ تعجب ان پتھروں پر تھا جو دیوار مسجد میں نصب تھے۔ ایک ایک پتھر کا وزن کئی منوں کے برابر تھا۔ انہیں تو ہاتھی کے ذریعے بھی منتقل کرنا محال تھا۔ اس سے بڑھ کر حیرانی یہ تھی کہ ان وزنی پتھروں کو دیوار کی انتہائی بلندی تک کیسے اٹھا کر نصب کیا گیا؟ یہ انسانی قدرت سے کیسے ممکن ہوا؟ (ظاہر ہے اس زمانے میں کرین جیسی مشینری تو میسر نہ تھی) بے عیب ہے وہ ذات جس نے اپنے بندوں کو ایسے حیرت انگیز کارنامے سرانجام دینے کے لئے ان کے دل و دماغ میں ایسی تدابیر پیدا کیں۔

چمکتے ہیں جیسے سچ مچ ہلال ورد خدا کرتا ہوا طلوع ہو رہا ہے۔

ویریک سقفا بالرصاص مدثرا　　یعلوا جدارا بالرخام مزملا

ترجمہ: چھت یوں دکھائی دیتی ہے جیسے سفید چونے کی چادر تانے ہوئے ہے دیواروں پر سنگ مرمر کا خول چڑھا ہوا خوبصورت لگ رہا ہے۔

قد الف الاقوام بین شکوله　　فغدا الرخام بذاته متشکلا

ترجمہ: رنگ برنگے پتھروں کا حسن ترتیب سے نصب ہونا دراصل بین الاقوامی اجتماع کا منظر پیش کر رہا ہے ان سب رنگ پتھروں نے سنگ مرمر کی شکلیں خود بخود اختیار کر لی ہیں۔

لم یرض تجلیلا بجص فانبری　　بالفص یعلو و النضار مجللا

ترجمہ: صرف چونے کی چمک پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس میں نگینے کا جڑاؤ اس کے چہرے کی رونق کو دوبالا کر گیا ہے۔

فاذا تذر الشمس فیه تخاله　　یلقایالق او حریقا مشعلا

ترجمہ: جب سورج اس کی چوٹی پر اپنی کرنیں بکھیرتا ہے تو زبردست چمک پیدا ہوتی ہے یا روشن مشعل کا خیال ہونے لگتا ہے۔

فکأنما محرابه من سندس او لؤلؤ و زمرد قد فصلا

ترجمہ: گویا اس کی محراب ریشمی ہے یا موتی اور زمرد تراش تراش کے جڑے ہوئے ہیں۔

و تخال طاقات الزجاج اذا بدت منه للحظک عبقریا مسدلا

ترجمہ: دلکش بلوریں طاقچے آپ کی نگاہوں کو خوبصورت لٹکتے ہوئے پردے دکھائی دیں۔

تبدو القباب بصحنه لک مثلما تبدو العرائس بالحلی لتجتلی

ترجمہ: اس کے صحن میں گنبدوں کی جھالریں یوں لگتی ہیں جیسے دلہنیں زیورات سجائے بیٹھی ہوں۔

و علت به فوارة من فضة سالت فظنوها معينا سلسلا

ترجمہ: چاندی کا فوارہ بلندی سے یوں بہتا ہے جیسے تسلسل سے

آبشار گر رہی ہو۔

صالح کا رسالہ دمشق میں پھیل گیا ہر فرد لاپرواہی سے گزر گیا۔ مگر صالح جس مہم پر آیا تھا وہ اس نے پوری کی۔ عوام الناس کو تو بالکل خبر نہ تھی۔ وہ یہی سمجھے کہ خراج وصول کرنے والا منصب دار آیا ہے۔ انہیں کیا خبر تھی کہ اس کا دل محمد بن قاسم کے خلاف اپنے حسد کی آگ میں جل رہا ہے اسی نے اسے بے چین کیا ہوا ہے۔

صالح بن عبدالرحمن سیدھا شیخ صفوان کے گھر پہنچا جو اس کا دیرینہ دوست تھا سلیمان بن عبدالملک کے خلیفہ ہونے سے قبل یہ دونوں اس کی محبت میں متفق الخیال تھے۔ گرمجوشی سے ایک دوسرے کو اپنے اپنے احباب کے سلام ایک دوسرے سے کیے۔ مہمان نواز نے اپنے مہمان کو خوش آمدید کہا اس کا خوشی سے استقبال کیا۔ اپنے یار غار سے مل کر فرحت پائی۔ ہر ایک دوسرے کے تفصیلی حالات پوچھ رہا تھا۔ زمانہ قدیم کی رفاقتوں اور قربتوں کی یادیں تازہ ہو رہی تھیں۔

بالآخر باتوں باتوں میں صالح نے سندھی کنیز سیتا کا ذکر چھیڑا اس میں دلچسپی سے معلومات لینا چاہی۔ سیتا کے بارے میں آتے وقت پتہ چلا تھا کہ وہ صفوان کے گھر میں آجکل اس کی خادمہ ہے۔ متجسس آدمی جب اپنی مطلب برآری کے بہت سے راستے پاتا ہے تو ہر راہ پر غور کرتا جاتا ہے۔

صالح بصرہ کا خراج گورنر تھا۔ بصرہ وہ بندرگاہ ہے جس کے سفینوں کے سلسلے سندھی بندرگاہوں سے کبھی منقطع نہیں ہوتے۔ یہ اس سندھ کی بات ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ہاتھوں فتح دی تھی۔

صالح کیوں نہ بعض غلاموں سے بات اخذ کرتا۔ تاکہ فتح سندھ کی ابتدائی کہانی تک اسے رسائی حاصل ہو یا محمد بن قاسم کے ابتدائی احوال کی کھوج لگ سکے۔ اس ساری تگ و دو کا نتیجہ یہ تھا کہ ابن قاسم کی قید وہ ا کی کہانی مکمل ہو جائے جسے صالح نے اپنے سر لے رکھا تھا۔

سلسلہ کلام میں شہزادی سیتا کا ذکر چلتا رہا اس کے علاقوں کی باتیں ہوتی رہیں اس کے مقتول باپ راجہ داہر اور اس کے وطن پر مسلمانوں کی فتح بیان ہوئی۔ بالآخر شیخ صفوان نے سندھی کنیز سیتا کو بلا بھیجا تاکہ وہ عراق سے آئے ہوئے مہمان صالح کو دیکھے جو بصرہ کا خراج گورنر مقرر ہوا تھا۔

وہ اس حال میں پیش ہوئی کہ لباس کا انداز سندھی کے بجائے عربی تھا اس کی زبان کا سندھی لب ولہجہ بھی چند سال بعد محسوس نہ ہوتا تھا۔ اب وہ فصیح عربی زبان میں عمدہ گفتگو کر رہی تھی۔

کاش! صالح نے اسے اس روز دیکھا ہوتا جس روز اس کا باپ قتل ہوا تھا۔ مگر وہ سیتا کو آج دیکھ رہا ہے۔ مرورِ زمانہ کی طوالت انسان کے چہرے بشرے کو بدل کے رکھ دیتی ہے۔ لیکن سیتا آج بھی وہی ہے۔ اس کی رنگت گندمی، اس کی آنکھوں سے رموز واسرار کے غیر محسوس شرارے ابھی تک پھوٹ رہے تھے۔ اس کے دبے ہوئے گہرے رنج

وغم کو' صالح طرح طرح کے سوالات کے ذریعے' ابھار رہا تھا۔ اسے کبھی قتلِ والد کا غم یاد دلاتا' کبھی اس کے والد راجہ داہر کے محل کا ماضی یاد کرواتا۔ جہاں اس نے نشوونما پائی تھی' جہاں محل کی کنیزیں اس کے قدم چوما کرتی تھیں' جہاں تمام دنیا کی نعمتیں اسے میسر رہتی تھیں' جس چیز کی تمنا کرے' حاضر پائے' تقدیر دست بستہ' اس کے سوال پورے کرتی تھی۔

جوں جوں ذکرِ ماضی کے تار ملنے لگے۔ سیتا کے چہرے پر خوشگوار آثار نظر آنے لگے۔ صالح کبھی اسے فتح کی باتیں یاد دلاتا کہ کیسے اس کے باپ کو' ایک سپاہی نے زمین بوس کیا تھا' وہ اپنی مدافعت کرتا ہوا کس حال میں گر پڑا تھا؟

کبھی اسے قیدی بنانے کی یاد دلاتا' کہ محمد بن قاسم نے کس طرح اسے اموی محل میں اسیر کر کے بھیجا تھا؟

پھر صالح نے اس کے باپ کے قتل' اور اس کی تباہی کے بعد حالات

سندھ کے بارے میں مزید سوال کیا؟

تو وہ جواب دیتی ہے:

عرب فاتحین کی آمد سے ذرا پہلے سندھ کے اعلیٰ نسب امراء میں سے ایک نے مجھے پیغامِ نکاح بھیجا تھا۔ وہ شب و روز سخاوت کرنے والا آدمی تھا۔ جس کی باسعادت قربت کے میں حسین خواب دیکھا کرتی تھی۔ تیز رفتارِ زمانہ سے محسوس ہو رہا تھا کہ جلد ہی میں اس کے حرم میں ہوں گی۔ تھوڑا وقت ابھی گزرا تھا کہ گردشِ ایام نے وہ الٹے پھیر کھائے، میں سوچ بھی نہ سکتی تھی۔

میرا باپ راجہ داہر عربی فتح کے معرکے میں قتل ہوا۔ جس بادشاہی کے زیرِ سایہ ہم خوشیاں منایا کرتے تھے وہ زوال پذیر ہوئی۔ جس محبوب منگیتر سے وصال کی میں تمنائی تھی نہ معلوم کہاں چھپ گیا؟ پتہ ہی نہ چل سکا کہ گردشِ دوراں کا پہیہ کیسے چل گیا؟ اب مصیبت زدہ اپنے وطن سے دور بے یار و مددگار پڑی ہوئی ہوں نہ میرا [illegible] نہ کوئی [illegible] نہ

کوئی دوست و غمخوار۔

میں اپنے جس دیس سے بچھڑی ہوئی ہوں' کون مجھے وہاں پہنچا سکتا ہے؟ میرے اور میرے خاندان کے درمیان میں زمانے نے بڑی رکاوٹیں' دیواریں' وسیع و عریض سمندری راستے حائل کر چھوڑی ہیں۔

آپ کی دردبھری کہانی نے یقیناً میرے دوست صفوان کو پریشان کر دیا ہے جیسا کہ میں پریشان ہوا ہوں۔ ممکن ہے میں نے تیرے اس زخم دیرینہ کو چھیڑا ہے جس نے تیرے دل کو گھائل کیا ہوا ہے۔ صفوان نے تو ہو سکتا ہے ایسی تکلیف دہ بات آج پہلی بار آپ کی زبان سے سنی ہو۔

پھر بھی میں اپنے اس بامروت دوست کے پاس تیرا انتظار کروں گا جو تجھے آزاد کر دے گا۔ تیرے وطن بعید تک واپس پہنچنے میں تیری بھرپور مدد کرے گا۔ مگر یہاں تجھے عجیب آزمائش کا سامنا ہو گا۔ ذرا ان لوگوں سے احتیاط کرنا' آپ کو نہیں معلوم کہ ان کے کیا ارادے

ہیں۔ میں تیری آزادی اور وطن واپسی کا ایک ہی حل سمجھتا ہوں۔

میں امید کرتا ہوں کہ تیری تمنا پور ہو کے رہے گی' تجھے کوئی زحمت نہیں اٹھانا پڑے گی۔ صرف تیرے لبوں کی ذراسی جنبش' تیری مشکلات کو حل کر دیگی۔ یعنی یہ اقرار کہ ابن قاسم کے بارے میں' جو تیرا اور تیرے باپ کا روزِ اول سے دشمن ہے۔

آہ میرے آقائے محترم! ابن قاسم نے مجھے قید میں باندھ کے برباد کیا' میرے باپ کو قتل کر کے نابود کیا' سارے سندھ کو فتح کر کے غارت کیا۔ اسلام میں داخل ہونے کے بعد اب تو اہل سندھ فتوحات و غزوات کی دشمنیاں بھول چکے ہیں۔ بہرکیف' میرے باپ کا قتل' میری قید کی سختیاں' توقع ہے کہ اب زیادہ وقت نہ گزرے گا' کہ میں ان کا بدلہ پاؤں گی۔

کیا آپ اس حد تک ابن قاسم کی عداوت' دل میں چھپائے ہوئے ہیں؟

جی ہاں! اس سے بڑھ کر دل گداز بات کیا ہوگی' اس نے مجھ سے اظہار محبت کیا تھا' لیکن عملاً میرے لئے بغض پسند کیا۔ وادی سندھ میں دریاؤں کے آثار' اب تک اس کے انداز الفت پر گواہ ہیں' جو اس نے میرے لئے اختیار کیے تھے۔ آپ ذرا جا کے دریائے سندھ کی کنکریوں سے پوچھیں' ضرور ہمارے نقش پا کی شوخی کا پتہ دیں گے۔

اے حسین شہزادی! کیا آپ کہہ رہی ہیں کہ محمد بن قاسم نے آپ کو چاہا تھا؟

ضرور' ضرور' اس نے مجھ سے چاہت کی تھی' حتیٰ کہ میں اپنا نقد دل اس کے ہاتھوں ہار بیٹھی تھی۔ میں نے اپنی محبت کی لگام اس کے ہاتھ دے دی تھی۔ لیکن میں یہ نہ جان سکی کہ محبتوں کے چکر میں' اس نے عورت زادے تکلف کیوں برتا؟

اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ وہ میری دلی محبت پر ثابت قدم نہ رہ سکے گا۔ تو میں کبھی اس کے دام الفت کی اسیر نہ ہوتی۔ ایک لایعنی چیز نے

میرے دل میں بنیاد رکھی تو اس نے مجھے بیمار کر کے پھینک دیا۔ مجھ پر سازش اور دھوکہ کا الزام جڑ دیا۔ پھر مجھ سے چھٹکارے کی راہ لی۔ مجھے ان دور دراز قید خانوں میں جھونک دیا۔

اے مظلوم شہزادی! آپ کا کیا خیال ہے؟ اگر میں اپنے محبوب خلیفہ سلیمان بن عبدالملک تک تیری دردبھری کہانی پہنچاؤں کہ محمد بن قاسم نے جب تیرے باپ کو قتل کیا تو وہ تیرے ساتھ امین نہ رہا۔ پاکدامن نہ رہا۔ عفت مآب دوشیزاؤں کی طرح تیرا محافظ نہ رہا۔ تو کیا یہ بات تجھے منظور ہے؟ ہاں منظور ہے۔

خلیفہ سلیمان کا غضب

صالح بن عبدالرحمن خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے دربار میں حاضر ہو کر عراقی خراج کے مفوضہ امور پیش کر رہا تھا۔ آدابِ خلافت کے مطابق سلام عرض کیا۔ خلیفہ کے حکم پر بیٹھنے کی نشست سنبھالی ساتھ ہی خلیفہ نے سوال کر ڈالا:

صالح! یزید بن مہلب جو ہماری تلواروں کے ساتھ جنگ کرنے والا ہماری نعمتوں میں عیش کرنے والا جو ہماری اطاعت پر مقرر رکھتا۔ اسے گورنر بنانے کے بعد اب عراق کے تازہ حالات کیا ہیں؟

اے امیر المومنین! سارا عراق دست بستہ آپ کی اطاعت میں ہے آپ کی بیعت کے وہ لوگ اقراری ہیں آپ کی جس ولی عہدی کو آپ کا بھائی ولید سلب کرنا چاہتا تھا وہ لوگ آپ ہی کی تائید میں ہیں

مسلمانوں کے امور مملکت کو چلانے کے لئے' آپ کی تخت نشینی پر وہ بار بار مبارکباد پیش کر رہے تھے۔

صالح! خراج کی ذمہ داری جب سے ہم نے آپ کے سپرد کی ہے اس کا اب کیا حال ہے؟

میرے آقا! آپ خوب جانتے ہیں کہ حجاج' باوجود اپنی سختی کے' عراق سے خراج زیادہ نہ وصول کر سکا۔ خدا اسے برباد کرے' نہ دنیا کا مصلح ہوا' نہ آخرت کی اصلاح کر سکا۔ ۷۵ھ میں عراق کا والی بنا' وہی عراق جو بہت وافر مقدار میں خراج پیش کرنے والا تھا' اسے کم کرتے کرتے' چالیس ملین یعنی چار کروڑ تک خسارے میں لے آیا تھا۔

جبکہ خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ بن خطاب کے دورِ خلافت میں' ایک سو دس ملین' یعنی ایک ارب ایک کروڑ تک پہنچ چکا تھا۔ کثرت فتوحات آبادیوں کی وسعت کی وجہ سے عراقی خراج بڑھنا چاہیے تھا۔ مگر افسوس! حجاج دولت سمیٹنے کے اطوار سے نابلد تھا۔ اسکی بے تدبیری

سے سرکاری خزانے تنزل پذیر تھے۔ وقت یونہی گزرتا رہا‘ حتیٰ کہ میں نے عراقی خراج کے بگاڑ کو درست کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی بدولت‘ ہماری تمنا پوری کرے گا۔ خدا آپ کو عمر دراز سے نوازے۔

آہ‘ اے ابن عبدالرحمٰن! تو نے حجاج اور اس کے برے کارناموں کا تذکرہ چھیڑ دیا ہے۔ اس نے کتنے کتنے ظلم ڈھائے‘ تو نے پرانے زخم ہرے کر دیے۔ اس ظالم کو جس پر ذرا شک گزرا‘ پکڑ کے حوالہ زنداں کر دیا۔ کتنی ہی روحوں کو نیست و نابود کیا۔ مجھے وہ زمانہ بھی یاد آ رہا ہے‘ جب میری ولیعہدی کے پیچھے ہاتھ دھو کے پڑا ہوا تھا۔ حالانکہ میں اپنے بھتیجے سے زیادہ حقدار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا منصوبہ اس کے منہ پر الٹ دیا۔ اسے تباہ کیا۔

قتیبہ بن مسلم کو بھی ہلاک کیا‘ جو میرے خلاف سازشوں کے جال بن رہا تھا۔ حقیقت ہے میں حجاج سے سخت متنفر تھا۔ وہ میرے غضب کا نشانہ تھا‘ مگر وہ میرے اقتدار سے پہلے ہی چل بسا۔ ایک ایک چیز اس

جابر کی یاد آ رہی ہے۔ اب بنو عقیل قوم حجاج کا کیا حال ہے؟ میں نے یزید بن مہلب کو حکم دیا تھا' کہ ان کے مال و دولت ضبط کر لے' انہیں سخت سزائیں دے۔ کیا یزید نے یہ کام آپ کیلئے چھوڑ دیا ہے؟

میرے آقا! حجاج نے جو ظلم و ستم روا رکھے تھے اب بنو عقیل شہر واسط میں ان کی خوب سزا پا رہے ہیں۔ واسط جیل میں جن سزاؤں میں وہ اب مبتلا ہیں میرے خیال میں اس کی دو وجوہ ہیں: - ان کے دل اپنے قائد حجاج کی طرح' آج بھی آپ کے ساتھ نہیں ہیں۔ نہ اس وقت آپ کی حمایت میں تھے جبکہ آپ ابھی تخت نشین نہ ہوئے تھے۔ حیرت تو یہ ہے کہ آپ کے خلیفہ بن جانے کے بعد بھی' ان میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔

حضور! اب انہیں اپنے اعمال کا وبال' قید خانوں کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں سہنے دیں۔ یہ ان کے انحراف و بغاوت کا انجام ہے۔ جسے اب بھگت رہے ہیں۔

ابن عبدالرحمٰن ! یہ بات میرے لئے بہت تکلیف دہ ہے کہ جن بے گناہ لوگوں کو حجاج نے پکڑ پکڑ کر جیل خانوں کو بھر دیا تھا' میں نے بھی اپنے ابتدائی عہد میں انہیں گرفتار رکھا۔ حالانکہ ان اسیروں کی اکثریت کو معمولی معمولی شبہ میں پکڑ کر دھر لیا گیا تھا۔ بالآخر میں نے انہیں رہا کر دیا' اور جیلوں کے دروازے کھول دیئے۔ پھر یہ بھی خیال پیدا ہوا کہ اس قید خانہ واسط کو کھول دوں (جسے حجاج نے ہماری حکومت کیلئے عراق میں بنایا تھا) تاکہ اسے صرف حجاج اور اس کے خاندان بنو عقیل سے بھر دوں۔

امیر المومنین! جو کچھ آپ نے کیا' یقیناً اس سے آپ کے ضمیر کو اطمینان نصیب ہوا' سکون قلب ہوا۔ واقعی خاندان حجاج نے غلبہ پایا تھا' اور مغرور ہو کے رہ گئے تھے۔ انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ وہ اب ہر بادشاہ کی گرفت سے بالاتر ہیں۔

حتیٰ کہ ان کے ایک فرد کی جرأت اور دیدہ دلیری یہاں تک پہنچی کہ

خدا کی پناہ! وہ تھا محمد بن قاسم .... جسے اللہ تعالیٰ نے عساکر اسلام کی بدولت سندھ فتح کروایا تھا۔ وہ تو ان علاقوں میں بڑا سرکش بن بیٹھا تھا۔ اس نے حدود اللہ کو توڑنے میں' کوئی باک محسوس نہ کیا۔ اس نے تو جناب! راجہ داہر کی بیٹی ''سیتا'' پر فحش دست درازی کی' منہ زور وحشیوں سے جو کام نہ ہوا وہ اس نے اس کی عصمت دری کر کے دکھا دیا۔

یہ وہ گھناؤنا جرم ہے جو بادشاہوں کی بیٹیوں' شاہی محلات کی رانیوں کیلئے باعث شرم تھا۔ اگر ایسا سنگین جرم اور گناہ عظیم میرے کسی عام لشکری سے سرزد ہوتا تو میں اسے بہت بڑی مصیبت تصور کرتا۔ بڑے خطبے اس کے خلاف چلتے مگر ایک فاتح سالار جسے حجاج نے سندھ کی مہم پر روانہ کیا تھا اس نے دیکھا کیا کیا؟ اس کی برائیوں اور ذلیل حرکتوں سے اہل سندھ واقف ہوئے۔ ہم عرب قوم کے کردار پر کیسا رسوا کن دھبہ لگایا؟ لوگوں کو ہمارے خلاف باتیں بنانے کا موقعہ مل گیا۔

صالح! یہ بری خبر تجھے کس نے بتائی؟

مجھے؟ مجھے اس عورت نے خود بتایا' جو اس کی ہوس کا شکار ہوئی۔ بنو عقیل کے وحشیوں میں سے ایک وحشی کے پنجوں نے' جس سے لطف اٹھایا' مجھے یہ خبر سندھی اس جواں سال ''سیتا'' نے اپنی زبانی سنائی۔ اب وہ بیچاری شیخ صفوان کے گھر میں موجود ہے اس کا گھر ہم سے زیادہ دور نہیں ہے۔

العیاذ باللہ صالح! آئے روز خاندان حجاج کے بارے میں عجیب و غریب انکشافات ہو رہے ہیں۔ بنو عقیل کا وہ مغرور فرد اب جیل میں زندہ رہنے کا حقدار نہیں ہے۔ آپ سے یہ خبر سننے کے بعد میرے تن بدن میں آگ سی لگ گئی ہے اب اس کی زندگی کا خاتمہ ہر حال میں ہو جانا چاہیئے۔ مجھے آپ کی بات پر اسقدر اعتماد ہے کہ مزید کسی تحقیق و استشہاد کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اس غرورِ نفس کے مارے ہوئے نوجوان کے جسم سے' اس کی روح کھینچ لینے کی قدرت' میں آپ کے سوا

کسی میں نہیں پاتا۔

عراق کب تک واپسی ہے؟ کب یہ مہم سر ہو گی؟ کب اپنے دارالخراج واقع واسط پہنچ رہے ہو؟ یقیناً واسط شہر آپ کا منتظر ہے۔ ابن قاسم جس سزائے موت کا مستحق ہے' اس کے نفاذ میں تاخیر نہ کرنا۔

صالح بن عبدالرحمٰن نے خراج کے معاملے میں اپنی مہم پوری کی' جس کی غرض سے وہ دمشق آیا تھا۔ پھر خلیفہ سلیمان سے محمد بن قاسم کے قتل کرنے کا پروانہ لیکر' واسط شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

سارے بنو عقیل جو واسط جیل میں محبوس تھے۔ سب کو قتل کرنا خلیفہ سلیمان کی خوشنودی حاصل کرنے کا سبب بن گیا۔ سواریاں واسط پہنچنے والی تھیں جو کہ حجاج کا اپنا شہر تھا' وہ سواریاں صالح اور اس کے محافظوں کو اڑائے لے جا رہی تھیں۔

پلٹ کر آنے والے اس مسافر کی آنکھیں' واپسی پر اس وقت تک ٹھنڈک محسوس نہ کر رہی تھیں' جب کہ شور و غوغا کرنے والے شہر پر' گہرا خوف و

ہر اس مسلط نہ کر دے۔

ہر خطہ ارضی تک واسط سے یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی کہ صالح بن عبدالرحمٰن جو کہ سلیمان خلیفہ کا عراق پر مقرر کردہ گورنر خراج نے اس نے محمد بن قاسم کو جیل میں سزائے موت دے دی ہے۔ ﴿انا للہ و انا الیہ راجعون﴾ اس سندھی ہیرو کے ساتھ ساتھ اس کے خاندان کی دھجیاں اڑا دی ہیں۔ سب کو موت کی نیند سلا دیا ہے یہ خبر سب سے پہلے دمشق پہنچی۔

☆☆☆

ضمیر کی بیداری

''سیتا'' نے اب سکھ کا سانس لیا' اپنے مکر و فریب کا ثمر پا لیا جو اس نے شہید ہیرو کے خلاف تیار کیا تھا۔ صالح نے سیتا سے یہ وعدہ آزادی اس روز کیا تھا جس روز وہ اس سازش کا جال بن رہا تھا۔ اس سے عہد کیا تھا کہ اسے اس کی قوم تک سندھ میں بحفاظت پہنچائے گا۔ وہ بھی آس لگائے بیٹھی تھی کہ سندھی فتوحات کی حرکت تھم جانے کے بعد' شاید وہ اپنے منتشر خاندان کو پھر سے وہاں مجتمع پائے گی اس کے دل میں اب تک یہ چنگاری سلگ رہی تھی کہ ممکن ہے پلٹ کر وہ اپنے محبوب سندھی شہزادے کو دیکھ سکے گی جس سے اس کی منگنی ہوئی تھی۔ ان دونوں کے درمیان حادثات نے فراق و جدائی کی کتنی بڑی خلیج حائل کر دی تھی۔

لیکن افسوس کہ صالح اپنے وعدے کو بھول گیا' جو اس نے بیتا سے کیا تھا۔ اب وہ خراج کی زیادہ سے زیادہ وصولی کر کے خلیفہ سلیمان کی نظروں میں اپنی قدر و منزلت بڑھانے کی فکر میں مشغول ہو گیا تھا۔ سچی بات ہے عُمّالِ خراج ایسی سوچوں میں پڑ کر اپنے نفس کے علاوہ دوسروں کی بھلائی کب سوچا کرتے ہیں؟

ہم جس عہد کی بات کر رہے ہیں۔ اس سے قبل بھی بنو امیہ کے عمال لوگوں کی زندگیوں کو اجیرن بنا کر کیا خراج بڑھانے کی فکر میں سرگرداں رہا کرتے تھے؟ حتیٰ کہ لوگ چیخ اٹھتے تھے ان سے تنگ آ جاتے تھے۔

کیا معاویہ جو حکومت بنو امیہ کا خلیفہ اول تھا اس کی یہی دلچسپیاں نہ تھیں؟ کہ ہر مصری باشندے پر ایک قیراط ٹیکس بڑھا دیا جائے۔ امیر مصر عمرو بن عاص کے غلام وردان نے یہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھ روک لئے تھے کہ کیسے ان پر خراج بڑھاؤں گا۔

کیا خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے زمانے میں ہر انسانی سر پر

خراج کی مقدار مستقل طور پر مقرر نہ کردی تھی؟ جس گورنر کو لکھا وہ صرف انسانوں کے سر شمار کر کے ٹیکس حاصل کرتا تھا۔ سب لوگ ان کے ہاتھوں کھلونا بن کے رہ گئے۔

ہر گورنر کی سالانہ جمع شدہ آمدن کا مقابلتًا حساب ہوتا اور فخر سے ایک دوسرے پر بڑھنے کی تمنا کرتے۔ پھر گورنر کے اخراجات میں کمی کر دی گئی کھانے پینے میں لباس کے الاؤنس کم ہوئے۔ پبلک پر خراج کا دباؤ اتنا بڑھا کہ سال میں کوئی روز ایسا نہ تھا جس میں خراج نہ وصول کیا جائے حتی کہ عید کا روز جو کمانے کے بجائے خرچ کرنے کا دن ہے اس کی بھی معافی نہ تھی' ایام عید بھی مستثنیٰ نہ رہ سکے۔

ہر فرد سے چار دینار وصول کرتے' ساری قوم کا خزانہ ایک ہی خاندان کی ذاتی ملکیت ہو کے رہ گیا۔ خلیفہ کی رضا جوئی کے لئے سب گورنروں کی ساری تگ و دو خراج وصول کرنے پر تھی۔ اس لئے صالح بھی راجہ داہر کی بیٹی سیتا کے بارے میں کیسے سوچ سکتا تھا۔ کیونکہ ضمیر و

ایمان تو خلیفہ کی رضا کے بدلے میں رہن رکھے ہوئے تھا۔

ایک روز ''سیتا'' اپنے خدمت خانے میں صفوان کے گھر بیٹھی ایک کنیز سے باتیں کر رہی تھی۔ جسے ایک متمول شخص نے فارسی قیدیوں میں سے خریدا تھا' اور بہت مہنگے داموں خریدا تھا۔ یہ فارسی کنیز باتوں کی بہت ماہر تھی ہر بات کی گہرائیوں میں بہت سرعت سے اتر جاتی تھی۔ ذہانت تو اس کی آنکھوں سے ٹپک رہی ہوتی تھی اللہ تعالیٰ نے اسے حسن و جمال سے بھی خوب نوازا تھا۔

یہ کنیز حال ہی میں اپنے علاقوں سے خرید کر لائی گئی تھی۔ شام کی طرف آتے وقت راستے میں کئی مقامات سے گزری تھی۔ ان مقامات میں سے ایک بصرہ شہر بھی تھا۔ بصرہ وہ شہر تھا جس میں صبح و شام آنے والوں کے منہ سے ہر طرح کی خبریں سننے کو تازہ بہ تازہ مل جاتی تھیں۔

یہ اسلامی سرحد کا وہ شہر تھا جہاں مختلف سمتوں کی خلق کثیر ہر وقت آنے جانے والی تھی۔

کسی سے فارسی کنیز نے بھی سن لیا کہ سندھ کے بعض علاقے اموی خلافت سے ٹوٹ کر آزاد ہو گئے ہیں سندھ کے راجے اپنی اپنی ریاستوں کی طرف واپس پہنچ چکے ہیں۔ مقتول داہر کا بیٹا جیشبہ بھی اپنے شہر برہمن آباد واپس پہنچ چکا ہے۔ جیشبہ وہی ہے جو رانی سیتا کا بھائی ہے جس سے سندھی ہیرو محمد بن قاسم کا اہم معاملہ تھا۔

سیتا بڑے غور وخوض سے اپنی اسیر سہیلی سے یہ خبریں سن رہی تھی وہ سہیلی بھی شیخ صفوان کے گھر بیٹھی تھی۔ جونہی اس کی زبان سے اپنے بھائی جیشبہ کا نام سنا تو اس کی یاد ماضی تازہ ہوگئی جو کبھی اسے بھولنے والی نہ تھی۔

یہ جیشبہ ان تین افراد میں سے ایک تھا جن کی طرف ''سیتا'' گھپ اندھیری رات میں کھسک رہی تھی تاکہ ہر رات وہ امیر سندھ اور مسلمانوں کے سپہ سالار محمد بن قاسم کی خفیہ خبریں ان تک پہنچائے۔ یہ اس وقت مسلمانوں کے لشکروں اور سندھی ہیرو کی جاسوسی کے جرم میں

مرتکب پائی گئی تھی۔

عدل و انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس کے جرم جاسوسی کے منکشف ہونے پر اس کا سر قلم کر دیا جاتا۔ مگر عربی شاہسوار نے قتل کرنے کے بجائے اسے صرف قید ہی کیا یہ قصہ ماضی گزرا جسے ہم نے مختصراً بیان کر دیا ہے۔ سیتا کی نگاہوں میں واقعی یہ داستان غم طویل ہے۔

''سیتا'' کو باتوں باتوں میں محمد بن قاسم کی مروت اس کے ساتھ اس کا اظہار محبت یاد آیا۔ اس کی شرافت کی قدر.اور اس کی عفت کی حفاظت ذہن میں گھومنے لگی۔ صالح بن عبدالرحمٰن جو سلیمان کی طرف سے عراق پر گورنر مقرر تھا اس کے سامنے ابن قاسم کے فضائل وحقائق کو مسخ کر کے رکھ بیٹھی تھی۔

ممکن ہے یہ حرکت اپنے والد کے قتل ہونے اور اپنا دیس چھن جانے کی وجہ سے سرزد ہوئی کہ سندھی ہیرو کے خلاف' اپنے بغض کی آگ کو ٹھنڈا کیا۔ یا اس جھوٹ گھڑنے کی دوسری وجہ معمولی سا فائدہ حاصل

کرنا...... تھا جس سے اس کی رہائی کا راستہ کھل سکے۔ تاکہ وہ اپنے وطن' قوم' منگیتر تک پہنچ سکے۔

گزشتہ حالات کے آئینے میں سے جھانک کر جب سیتا نے دیکھا تو ابن قاسم کا معاملہ سب سے بڑھ کر محسوس ہوا۔ اسے یاد آیا کہ ابن قاسم نے کس عظیم حسن سلوک کا رویہ اپنایا تھا کہ میرے دیس کے لوگ اس کے گرویدہ ہو گئے جب خلیفہ جدید کے حکم پر ابن قاسم واپس بلائے گئے تو میرے ہموطن جی بھر کے روئے۔ یہ بات ہے اس وقت کی جب اسے سندھ کی امارت اور فوجی قیادت سے معزول کیا گیا تھا۔

اس عظیم راہبر نے سیتا سے جو بھلائی کی تھی اس وجہ سے اسے یاد کر کے سیتا کو اپنی حرکت پر نفرت ہوئی۔ کیونکہ اس نے تو اس سے نیکی کی تھی۔ اس عربی سالار نے تو اسکی عزت کی پاسداری کی تھی۔ اب اس کا ضمیر اسے جھنجھوڑنے لگا۔ اندر ہی اندر یہ تنبیہ ملامت بڑھتی جا رہی تھی۔ حتیٰ کہ وہ ذہنی عذاب میں مبتلا ہوگئی۔ سیتا زیادہ صبر نہ کر سکی اپنے......

دل میں درد ملامت اسے بے چین کر گیا۔ اپنی فارسی سہیلی کنیز سے متوجہ ہو کر کہنے لگی:

''میری بہن! جس سندھ کی اب تو خبر بتا رہی ہے وہ میرا وطن ہے۔ وہ میری قوم ہے۔ جیشبہ میرا بھائی ہے۔ داہر میرا باپ تھا جسے محمد بن قاسم نے ہمارا ملک فتح کرتے وقت قتل کیا تھا۔ ہمارا ملک چھین لیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ابن قاسم نے میرے باپ کو اپنے ہاتھوں سے قتل نہ کیا تھا۔ بلکہ اس کے ذریعے سے ہوا تھا۔ اصل قاتل قاسم بن ثعلبہ تھا۔ یہ نام میرے حافظے کے دروازے پر دربان بن کے کھڑا ہو گیا ہے مرتے دم تک یہ نہ بھول سکے گا۔

بہن! اب مجھے کچھ سجھائی نہیں دیتا کہ محمد بن قاسم کے بارے میں میں کیوں اس قدر کینہ پرو ثابت ہوئی؟ اس کا نام میرے والد کے قاتل کے طور پر کیوں ذہن میں راسخ ہو گیا ہے؟ میرا باپ حقیقتاً مجھے بہت محبوب تھا شاید ہی کوئی بیٹی اپنے باپ سے اتنا پیار کر سکے۔

ابن قاسم نے میرے آباء واجداد کے قائم کردہ ملک کو برباد کر دیا جو صدیوں سے قائم تھا۔ میرے خاندان کا شیرازہ بکھیر کے رکھ دیا۔

یا میرے کینے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے مجھے قیدی بنا کر عراق وشام روانہ کیا جو آج تک یہاں بے آسرا پڑی ہوں۔

میں نے صالح کے سامنے غلط بیانی کر کے بہت بڑا جھوٹ گھڑا ہے کہ نعوذ باللہ محمد بن قاسم میری عزت سے کھیلا تھا۔ میری عصمت تار تار کی۔ لیکن خدا گواہ ہے میں قصوروار وخطاکار، جھوٹی اور مکار نکلی جو ایک بے گناہ پر تہمت باندھی۔

سچ تو یہ ہے کہ میں نے اسے شرافت کا پتلا پایا اسے پاکباز پایا دیانتدار پایا۔ اب اندر سے میرا ضمیر بہت کوس رہا ہے شاید ہی کوئی اور عذاب کی بدترین صورت اس دنیا میں موجود ہو۔ میری بہن! مجھے مشورہ دے۔

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

سیتا! میں تجھے کیا مشورہ دوں؟ ملامت کی تلوار اپنی کاٹ کر چکی ہے۔ کیا تو نے ان خبروں کو نہیں سن لیا جو عراق کے چار سو پھیل چکی ہیں۔ اس خبر نے لوگوں کو ہلا کے رکھ دیا ہے۔ ہر طرف یہی چرچے اور گفتگوئیں ہیں کہ سندھی ہیرو محمد بن قاسم کو گورنر خراج صالح نے سزائے موت دے ڈالی ہے۔اس کے ساتھ اس کے سارے خاندان بنو عقیل کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

بے شک ابن قاسم قتل ہو چکا ہے تیر کمان سے نکل چکا ہے وہ واپس نہیں آ سکتا۔ مگر جو میں نے اس کی ذات پر بہتان تراشی کی ہے۔ وہ بدنامی کا داغ کیا اس کے پاک صاف کردار پر ہمیشہ قائم رہے گا؟ نہیں ہرگز نہیں خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کو یہ خبر کون پہنچائے گا کہ محمد بن قاسم پر میں نے بہتان تراشی کی تھی؟ اس کی شرافت طبع اس کی طہارت قلبی کے بارے میں یہ وہم وگمان نہیں ہو سکتا۔

کون خلیفہ تک یہ بات پہنچائے گا کہ اس شریف النفس پر جو کہ معصوم

تھا میں نے اس پر اپنی طرف سے تہمت باندھی ہے؟ سندھ کی فضائیں اور اس کی سرزمین اس کے پہاڑ اس کی وادیاں' سب گواہ ہیں کہ وہ اس بہتان سے بالکل بری ہے جو میں نے اس کی طرف منسوب کیا ہے جو اپنی طرف سے تراشا ہے سب بے بنیاد افسانہ تھا۔

سیتا کی سہیلی فارسی کنیز بھی بھول گئی کہ جو نئی بات پیدا ہوئی ہے اسے شیخ صفوان تک پہنچاتی۔ آخر سیتا نے بذات خود یہ بات ہمت کر کے صفوان کے گوش گزار کر دی۔ ساری وضاحت کر دی وہ مکمل بات اس کے سامنے رکھ دی جو اپنی سہیلی سے کہی تھی۔

آخر کار صفوان یہ پیغام لے کر خلیفہ سلیمان کے محل تک پہنچا۔ جو کچھ سیتا سے سنا تھا لفظ بہ لفظ دہرا دیا ایک حرف تک کم نہ کیا۔ سلیمان میں کچھ نہ کچھ انصاف کا عنصر موجود تھا وہ عدل کی جستجو کر لیتا تھا۔ اسی وجہ سے اس نے اپنا مشیر خاص اس نیک سیرت مثالی مسلمان عمرؒ بن عبدالعزیز کو بنایا تھا۔

بلکہ اپنے بعد اسے اپنی خلافت کا ولیعہد بنایا ہوا تھا۔ جب سے اس نے اس میں خیر وفضیلت اور مسلمانوں کے لئے فلاح و بہبود کی تڑپ دیکھی تھی اسے اپنے بیٹوں پر ترجیح دیکر جانشینی کے لئے مقرر کیا تھا۔ جیسے دورِ گزشتہ کے اموی خلفاء مسلمانوں کی بھلائی کے حریص ہوا کرتے تھے۔

یہ خبر سنتے ہی خلیفہ سلیمان لرز گیا۔ سخت گھبراہٹ کے عالم میں کانپنے لگا۔ فوری طور پر اس نے سیتا کو اپنے دربار میں حاضر کرنے کا حکم دیا۔ تاکہ وہ اس کے سامنے اقرار جرم کرے۔ وہ حاضر کی گئی اس نے اپنے ضمیر کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے ابن قاسم کی براءت کا برملا اعلان کیا کہ یہ سب میں نے بغض وکینہ اور جذبہ انتقام کی وجہ سے افسانہ بنایا تھا۔

سلیمان پر محمد بن قاسم کا قتل ناحق بہت شاق گزرا' جو ایک بہتان تراشی کے نتیجے میں ہوا۔ قبل ازیں اسے بہتان کا خیال تک نہ آیا۔ یہ تو

اس کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا نہ اس کے ضمیر نے اس وقت سوچنے کی زحمت گوارا کی۔ اب سیتا کے قتل کا حکم دے دیا کیونکہ یہ سندھی ہیرو کے قتل کا سبب بنی تھی۔ یہ بہت ظلم ہوا یہ افک وافتراء تھی

مسلسل زمانے گزرتے گئے کبھی کبھار کسی نے تاریخی لحاظ سے اس سے انصاف کیا مگر زیادہ اس سے پہلو بچا کے نکل گئے۔ حقیقت ہے تاریخ نے اس کے بارے میں کھل کر بیان کرنے سے بخل سے کام لیا۔ بخلاف دیگر فاتحین سپہ سالاروں کے۔ افسوس کہ تاریخ نے اس پر کوئی آنسو نہ بہائے!

جبکہ اس مردِ میدان نے لاکھوں انسانوں کو حلقہ بگوشِ اسلام کیا تھا۔ لیکن معمولی سی خبر کا ذکر کر دینا اس کی جلیل القدر فتوحات وخدمات سے اور جہاد فی سبیل اللہ سے کیا میل کھاتی ہے؟

یہ مختصر صفحات تاریخ میں فاتح سندھ محمد بن قاسم رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں شاید پہلی بار کتابی شکل میں تحریر ہوئے ہیں۔ یہ صفحات اس

کی حسین وجمیل یادوں کی خوشبو لئے ہوئے قارئین کے دل و دماغ کو ممکن ہے معطر کرتے رہیں گے اور مسلمان نوجوان نسل کو نوخیزی میں جذبہ جہاد کا نمونہ پیش کرتے رہیں گے۔ شہادت ابن قاسم بقول شاعر یہ پیغام دے رہی ہے۔ اے میری قوم کے جوانو! آگاہ رہنا! ؎

تری ذات سے محبت' ترے حکم کی اطاعت یہی زندگی کا مقصد' یہی اصلِ دین وایمان

☆☆☆

عہد سلیمان میں فاتحین اسلام کے مقتل

زمانہ خلافت سلیمان کی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دو سال چھ ماہ کے مختصر دور میں، تین عظیم الشان، فاتحین اسلام، اس کے ہاتھوں قتل ہوئے یا ان کا مقابلہ کیا گیا۔ اسی عہد کا پہلا مسلم فاتح، مقتول جواں سال ثقفی بے باک سپاہی، سندھ کا ہیرو خوبصورت جوانی کا حامل، نہایت دلیر اور جرأتمند، .... محمد بن قاسم ہے .... جس کے بارے میں ہم اس کتاب میں کافی خبریں اب تک پڑھ چکے ہیں۔ مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں نہ ہی ان کا اعادہ مفید ہے۔

دوسرا امتاز مسلمان ہیرو، جو خلیفہ سلیمان کے سبب قتل ہوا وہ مجاہد و غازی قتیبہ بن مسلم باھلی ہے۔ جس نے خراسان و ترکستان فتح کیے تھے۔ وہ چین کے اندرون علاقوں تک جا پہنچا تھا۔ حتی کہ اس کے بادشاہوں

نے خوف زدہ ہو کر اس سے راہ و رسم پیدا کر لئے تھے' ان کی قربت حاصل کر لی تھی۔ براعظم ایشیا کے وسط میں لاکھوں مسلمانوں کے دل جیت لئے تھے۔

ان علاقوں میں اسلام کے جھنڈے گاڑ دیئے' ان کے درمیان کلمتہ اللہ بلند کیا' وہاں مساجد تعمیر کیں جن کے مناروں سے مؤذنوں کی پرسوز و دلآویز آوازیں' ان کی فضاؤں میں گونجتی تھیں اور ماحول کو مسحور کرتی تھیں۔ وہ لوگوں کو نماز اور فلاح کی جانب دعوت دیتے تھے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرتے تھے۔ دل ان کی پکار پر لبیک کہتے تھے۔

وہ لوگوں کے دلوں کو نرماتے اور گرماتے تھے' خلق خدا جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہی تھی۔ جیسا کہ قرونِ اولیٰ میں لوگ بکثرت اسلام قبول کرتے تھے۔ عظیم سالار قتیبہ بن مسلم کا قتل' جو سلیمان کے حامیوں سے ہوا اس میں بھی لوگوں نے اختلاف پیدا کر دیا۔ ان میں

سے بعض نے اس مجاہد کے قتل کو برا سمجھا۔ خداوند کریم اس کے نصب کردہ پرچم اسلام کو ہمیشہ اونچا رکھے سر بلند رکھے۔

ان میں سے مورخ ابن کثیرؒ ہے جس نے اس کے قتل کو جائز سمجھا کہ اس کی اپنی لغزش' اس کی موت کا سبب بنی۔ اس نے اچھا کام نہیں کیا۔ اس نے اطاعت کا جؤا گردن سے اتار پھینکا' موت نے جلد اس کی طرف پیش قدمی کر لی۔ وہ جماعت سے جدا ہوا جاہلیت کی موت مرا۔ لیکن اس کے گزشتہ اعمال صالحہ کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں معاف کرے گا۔ اس کی نیکیوں میں برکت دے گا۔

حق بات تو یہ ہے کہ قتیبہ بن مسلم کا قتل اس کے زمانے کے مسلمانوں پر' اور بعد کے مسلمانوں پر' آج تک بہت تکلیف دہ ہے۔ بہت سے شعراء نے' دل کو لرزا دینے والے' حسرت خیز غم انگیز مرثیے کہے۔ جو اس کے ناپسندیدہ قتل پر متفق ہیں۔

ان میں سے عبدالرحمٰن بن جمانہ طرماح' شاعرِ جریر ہیں۔ جریر کے

بارے میں مورخ ابن خلکان بیان کرتا ہے کہ اس نے اس کے قاتلوں کی ملامت میں اشعار کہے ہیں۔

ندمتم علی قتل الاغرابن مسلم و انتم اذا لاقیتم اللہ اندم

ترجمہ: ایک شریف النفس خوبصورت سردار، ابن مسلم کو قتل کر کے، آج تم پچھتائے ہو ۔کل خدا سے جب تمہاری ملاقات ہو گی تو وہاں تمہیں بہت زیادہ شرمندگی کا سامنا ہو گا۔

لقد کنتم من غزوہ فی غنیمۃ و انتم لمن لا قیتم الیوم مغنم

ترجمہ: اس کے جہاد کی بدولت تمہیں مالِ غنیمت ملا کرتا تھا اور آج تم نے اسے ہی مال غنیمت بنا لیا ہے۔

علی انہ افضی الی حور جنۃ و تطبق بالبلویٰ علیکم جھنم

ترجمہ: وہ تو جنت کی کشادہ فضاؤں میں حوروں کے پاس پہنچ چکا ہے اور جہنم اپنی مصیبتوں سمیت، تمہیں بند کر کے عذاب دے گی۔

عہد سلیمان میں تیسرا قتل عبدالعزیز بن موسیٰ بن نصیر کا ہے۔ جو

سلیمان کی انگیخت پر قتل ہوا۔عبدالعزیز یہ امیرِ اندلس تھا۔ جسے اس کے باپ موسیٰ بن نصیر نے فتح کیا تھا۔ وہاں اس نے امور مملکت کو منظّم کیا تھا اس کی سرحدوں کے انتظامات سنبھال لئے تھے۔ بہت سے اندلسی شہروں کی فتح کو پایہ تکمیل تک پہنچایا تھا۔

سلیمان بن عبدالملک اس کے باپ موسیٰ بن نصیر پر اس وقت غضبناک ہوا تھا جبکہ وہ شام میں قیام پذیر تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سلیمان نے اندلس میں ایک لشکر کو اس کے قتل کا حکم دیا تھا۔ قاتلین اس حال میں محراب مسجد میں داخل ہوئے جبکہ وہ نمازِ فجر میں سورۃ فاتحہ کی قرأت کر رہا تھا۔

یکا یک تلواروں سے حملہ کر کے اس کی گردن تن سے جدا کی۔ اس کا سر خلیفہ سلیمان کو دمشق بھیج دیا۔ سلیمان نے یہ سر اس کے باپ موسیٰ بن نصیر کے سامنے پیش کر دیا۔ اس عظیم جرنیل نے اس مصیبت پر کمال صبر و استقلال کا مظاہرہ کیا۔

اس دفعہ بھی سب مسلمان فاتح ابن فاتح سالار کے قتل پر' عہد سلیمان میں گھبرائے۔ وہ لوگ پہلے ہی سندھی ہیرو کے تذکرے بہت درد مندی سے کیا کرتے تھے۔ کس قدر غداری کی' اور ظلم کی انتہا تھی؟ کس قدر افتراء پردازی سے اسے گھیرا۔ کتنا غلیظ جھوٹ اس پر باندھا گیا؟

ممکن ہے آئندہ جب بھی مسلمان فتوحات کے تذکرے کیا کریں گے۔ تو جواں سال نوخیز کی سیادت وشجاعت' بلند حوصلگی و مردانگی کی' ہمیشہ داد دیتے رہیں گے اور بار بار اس کی جرأت کو سلام پیش کرتے رہیں گے۔ کیا خوب قابل رشک جوانی تھی! مجھے امید ہے کہ قوم مسلم کا نوجوان طبقہ' سندھی ہیرو اور اپنے پیارے قائد کی یادیں تازہ کرتا رہے گا' وہ لوگ حمزہ بیض حنفی شاعر کے اشعار بطور مرثیہ اس کی یاد میں گنگنایا کریں گے۔

ان المروءة والسماحة والندی　　　لمحمد بن القاسم بن محمد

ترجمہ: جوانمردی و دلیری' سخاوت و فیاضی' محمد بن قاسم کو بہت زیب

دیتی ہے۔

ساس الجیوش لسبع عشرة حجة　　باقرب ذلک سؤددا من مولد

ترجمہ: جس نے سترہ برس کی عمر میں سپہ سالاری کی' اپنی پیدائش سے لے کر سالاری تک اس کی عمر کتنی قلیل تھی!

اپنے عظیم راہنما کی وفا شعار یادیں' ممکن ہے لوگوں کے دلوں کو گرماتی رہیں گی۔ ایک اور شاعر اس بطل جلیل پر یوں مرثیہ خواں ہے۔

سَاسَ الرِّجَالَ لَسَبْعِ عَشَرَةِ حِجَّة　　وَلِدَا اتُهُ عَنْ ذَاکَ فِیْ اَشْغَال

ترجمہ: اس نے سترہ سال کی عمر میں' لشکروں کی قیادت کی' جبکہ اس کے ہم عمر' ہمجولی لڑکے' ابھی کھیل کود میں مشغول تھے۔

☆☆☆

اہلیت ہے مگر۔۔۔۔

کبھی ہم میر کارواں تھے اب گرد کارواں ہو کر رہ گئے ہیں، کبھی وہ وقت تھا کہ جہانداروں کی شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی، آج ہم جہانداروں کے کاسہ لیس بن کر رہ گئے ہیں، اگرچہ حوادث زمانہ کے ہاتھوں بہت سی تہذیبیں سرنگوں ہوئیں، بہت سی قومیں زخم خوردہ ہوئیں، لیکن امت مسلمہ کو کچھ زیادہ ہی چوٹیں لگ چکی ہیں۔ اس لئے زخموں کا مندمل ہونے میں کچھ وقت لگے گا، اور یہ بھی تب امید کی جاسکتی ہے جبکہ جراح قابل ہو، سرجن ماہر ہو، ادویات کا استعمال صحیح ہو، اور پھر شافی الامراض کی رحمت شامل حال ہو، ذوق سفر زندہ رہے تو کبھی نہ کبھی منزل مل ہی جایا کرتی ہے، لیکن حوادث زمانہ اور قحط الرجال نے ایسے سانحات سے ہمکنار کر دیا ہے کہ منزل کا تعین محال ہے امت مسلمہ کے پاس

عقیدہ ہے، ایمان ہے، افرادی قوت بھی ہے، فنی مہارت بھی ہے، طاقت کا توازن بھی ہے، خداداد صلاحیت بھی ہے، دولت کے خزانے بھی ہیں، حکومتیں بھی ہیں، ریاستیں بھی ہیں، جوہری توانائی بھی ہے، شیر دل جوان بھی ہیں، جذبہ شہادت بھی ہے، بصیرت بھی ہے، تعلیم بھی ہے، ہنر مندی بھی ہے، غرضیکہ ہر نعمت سے مالا مال ہے، لیکن ان سب کا مصرف کیا ہے؟ یہ معلوم نہیں جوہری توانائی سے کیا کام لینا ہے، معلوم نہیں، افرادی قوت سے کون سا مرحلہ سر کرنا ہے، معلوم نہیں، دولت کے خزانوں کو کہاں لٹانا ہے، معلوم نہیں طاقت و صلاحیت کو کہاں استعمال کرنا ہے، معلوم نہیں بس اتنا ہے کہ ان سب نعمتوں کا استعمال یورپ و امریکہ کے اشاروں کے مطابق ہو گا کیونکہ میر کارواں جاتا رہا اس لئے کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀
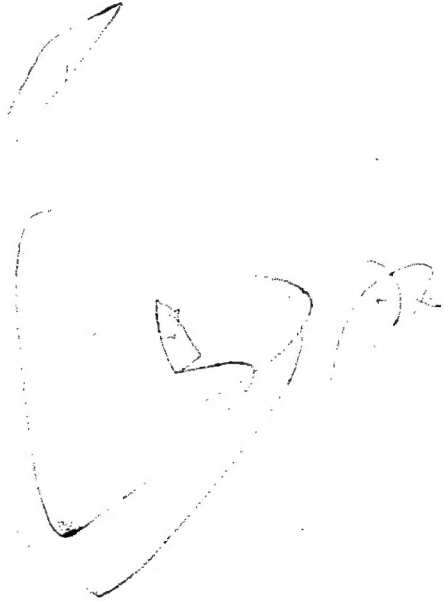
پمفلٹ شائع کرنے کے سلسلے میں رقوم نگران مدرسہ کے
نام یا براہ راست الائیڈ بینک آف پاکستان لمیٹڈ
سمن آباد، لاہور برانچ میں مدرسہ کے
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 0-909 میں جمع کرادیں۔

ڈاکٹر پروفیسر سعید اقبال قریشی (صدر) محمد یوسف (نائب صدر)
انجینئر محمد جاوید (سیکرٹری) محمد عامر (سیکرٹری نشرواشاعت)

عبدالقیوم ملک ـــــ نگران مدرسہ

مدرسہ تجوید القرآن رحمانیہ (رجسٹرڈ)

اسلامیہ پارک، پونچھ روڈ، لاہور۔
فون نمبر: 7599802
ای میل: tajveedulqurran@hotmail.com

اصلاح معاشرہ کے لئے یہ کتب بہت مفید ہیں

۱۔ صیام رمضان
۲۔ کفن ودفن کے مسائل واحکام
۳۔ اصول نماز
۴۔ قوم رسومات میں کھوگئی
۵۔ رسم جہیز اور مسئلہ وراثت
۶۔ صنف نازک کی بے حجابی
۷۔ نماز باجماعت میں صف بندی کا مسنون طریقہ
۸۔ دل کی زندگی
۹۔ مہر نبوت
۱۰۔ شوق عبادت
۱۱۔ موت کا پل
۱۲۔ سادگی مسلم کی دیکھ
۱۳۔ خلق عظیم
۱۴۔ تربیت نبویؐ کے شاہکار
۱۵۔ عالم کسے کہتے ہیں
۱۶۔ ایمان اور زندگی
۱۷۔ نماز کے بعد کی مسنون دعائیں
۱۸۔ قرآن مجید کے متعلق (چند امور)
۱۹۔ غیبت اور چغلی
۲۰۔ فیاضی وسخاوت
۲۱۔ غلبہ اسلام۔ تین امکانات
۲۲۔ ماہ محرم کی فضیلت واہمیت
۲۳۔ نجات کا ذریعہ
۲۴۔ احترام یا بے حرمتی
۲۵۔ غفلت
۲۶۔ اصلاح وتربیت نفس
۲۷۔ دل کی خرابیاں
۲۸۔ سورۃ الجمعہ۔ فضائل، مسائل، احکام
۲۹۔ شادی اسلام کی نظر میں
۳۰۔ یہی جذبہ خیر خدا ہمیں نصیب کرے
۳۱۔ ترس گئے ہیں کسی مرد راہ دان کے لئے
۳۲۔ دو کھیاں دو کردار
۳۳۔ تقویٰ اور پرہیزگاری
۳۴۔ جھوٹ اسلام کی نظر میں
۳۵۔ مرد اور عورت، غور کریں، پھر عمل کریں
۳۶۔ مقصد تعلیم
۳۷۔ مغربی طریقے اور اسلامی اصول
۳۸۔ شیطان کے حربے
۳۹۔ اسلام کا نظام عبادت
۴۰۔ حج نبوی ﷺ
۴۱۔ طلاق ثلاثہ
۴۲۔ احکام رمضان المبارک
۴۳۔ مسائل زکوٰۃ
۴۴۔ مسائل قربانی
۴۵۔ حکمت وتبلیغ دین
۴۶۔ معاشرے سے برکت کیوں اٹھ گئی
۴۷۔ رشوت معاشرے کا خطرناک کینسر
۴۸۔ آئیں اور اپنا احتساب کریں
۴۹۔ اسلام کی عظیم الشان عمارت
۵۰۔ حقوق الوالدین
۵۱۔ اولاد کی تربیت کا ایک اعلیٰ نمونہ
۵۲۔ حج بدل۔ بغیر محرم عورت کا حج
۵۳۔ احکام پیدائش
۵۴۔ نماز کے متعلق چند جدید مسائل
۵۵۔ حج وحدت ومرکزیت کا مظہر
۵۶۔ امت قرآن وحدیث کی روشنی میں
۵۷۔ اسلام میں عمال حکومت
۵۸۔ رخصتی سے پہلے طلاق اور دیگر مسائل
۵۹۔ یہ جہنم ہے
۶۱۔ تحقیق روایت (علم حاصل کرو خواہ چین جانا پڑے)
۶۲۔ داتا کون؟

مدرسہ تجوید القرآن رحمانیہ
اسلامیہ پارک، پونچھ روڈ، لاہور۔
فون نمبر: 7599802